

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حی

شہرہ آفاق و متحرکہ الآراء کتاب

# تَقْوِیۃُ الْإِمَانِ

مقدمہ اشعار مصنف اشعاشی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مکے مکہ خلیل

# تقویۃ الایمان

مجاہد اسلام عالم ربانی مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی

شہرہ آفاق و معرکہ آراء کتاب

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کے

اہم و مفید تعارفی و سوانحی مقدمات، تشریحی حواشی

اور

مسلم و جلیل القدر علماء و مشائخ کے تائیدی بیانات و ارشادات کے ساتھ

مکتبہ خلیل  
یوسف مارکیٹ  
اردو بازار لاہور  
غزنی سٹریٹ

# فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر
۴	عرض ناشر	۱
۶	مقدمہ	۲
۱۳	حالات مصنف	۳
۲۴	توحید و شرک کے بیان میں - پہلا باب :-	۴
۳۸	شرک سے بچنے میں، یعنی اس فصل میں پہلی فصل :-	۵
	محمل شرک کی بُرائی کا ذکر ہے -	
۵۱	شرک فی العلم کی بُرائی کے بیان میں - دوسری فصل :-	۶
۶۳	اشراک فی النصف کی بُرائی کے بیان میں - تیسری فصل :-	۷
۸۰	اشراک فی العباد کی بُرائی کے بیان میں - چوتھی فصل :-	۸
۱۰۰	اشراک فی العادات کی بُرائی کے بیان میں - پانچویں فصل :-	۹

کتاب \_\_\_\_\_ تقویۃ الایمان

تصنیف \_\_\_\_\_ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ

تحرشیه، مقدمہ اور تعارف مصنف۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناشر \_\_\_\_\_ مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار لاہور

طابع \_\_\_\_\_ گنج شکر پریس لاہور

اشاعت \_\_\_\_\_ جنوری ۱۹۹۹ء

قیمت \_\_\_\_\_ قیمت - 45 روپے



## عرض ناشر

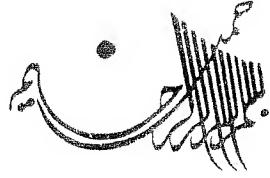
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنی عمر کے اخیر دور میں مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے، انہوں نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل مدینہ منورہ میں مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی سے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقویۃ الایمان" کا عربی میں ترجمہ کر دیں، حضرت شیخ الحدیث کا اصرار اتنا بڑھا کہ فرمایا آپ یہیں مدینہ منورہ میں اس کام کا آغاز فرمادیں، چنانچہ حضرت مولانا نے اپنی واپسی سے چند گھنٹہ قبل مسجد نبوی کی روح پرور فضا میں اس کام کا آغاز فرمادیا، مولانا مدظلہ نے اس کتاب کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اس پر ایک گرانقدر مقدمہ اور صاب کتاب کے مختصر مگر جامع حالات زندگی کی دلکش تصویر کشی بھی کی جو سیکڑوں صفحات پر بھاری ہے، مولانا مدظلہ نے کتاب میں جگہ جگہ بہت ہی قیمتی تشریحی حواشی اور جلیل القدر علماء و مشائخ طریقت کے تائیدی بیانات و ارشاد اہی نقل فرمائے، یہ کتاب رسالۃ التوحید کے نام سے شائع ہوئی اور اس کو بلاذیر بیہ میں شرف قبول حاصل ہوا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل نصاب کر لی گئی۔ ناچیز ناشر کو دارالعلوم میں درس تدریس کی سعادت حاصل ہے

کتاب رسالۃ التوحید کو بھی پڑھانے کی سعادت حاصل رہی، دوران مطالعہ کتاب کے حواشی کی غیر معمولی افادیت و اہمیت محسوس ہوتی اور خیال پیدا ہوا کہ اگر ان حواشی کا ترجمہ اردو میں ہو جائے اور اصل کتاب ان قیمتی حواشی کے ساتھ شائع ہو جائے تو اللہ سے امید ہے کہ اصل کتاب کی طرح یہ حواشی بھی مشہور و مہندو سانسہ رسم درواج کا خاتمہ کریں گے۔

ہم اپنے محترم استاذ مولانا شمس الحق صاحب ندوی (ایڈیٹر تعمیر حیات اور مولانا مظلہ العالی کی کئی کتابوں کے مترجم) کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا اور حواشی کا ترجمہ کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزا بخیر دے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی مظلہ العالی کے ملاحظہ فرم لینے کے بعد ہم اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول بنائے اور مؤلف، مترجم اور ناشر کی سچی کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا اقْبَلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(مولانا، محمد رضوان ندوی  
فاضل مدینہ یونیورسٹی،



## پیش لفظ و تعارف

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ  
وَحَايَةِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ؕ آمَنَّا بِكَ

ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت رہی ہے اور ہے جو بہت صاف  
اور واضح عبارت میں ہو بہترین انداز سے اس کا آغاز ہوا ہو۔ کتاب کی سطح سطح سے  
مصنف کا اخلاص ظاہر ہوتا ہو۔ وہ اہل زمانہ کے سامنے ان کا مقصد زندگی اور انبیاء  
کرام اور تمام رسولوں کی بعثت کے مقصد و منشاء کو کھول کر بیان کرے۔ جو صرف خدا کی  
عبادت کی دعوت دینے آتے ہیں۔ اور خوف ورجا کا مرجع اسکی کو بتاتے ہیں۔ اس سے داد  
و فریاد کرنا، اس کے سامنے رونا اور گرہ گزارنا سکھاتے ہیں۔ خدا کا مخلص بندہ اور دین کا  
عالم جب اپنے ماحول میں ان عقائد اور عادات کو پیھیلے دیکھتا ہے جن کی یہ کئی کے لیے  
آسمانی مذاہب آئے، آسمانی صحیفے نازل ہوئے، اس کا مقابلہ کرنے اور اس سے  
چھٹکارا دلانے کے لیے رسول بھیجے گئے اور اب لوگ ان عقائد سے بالکل ناواقف

ہو گئے ہیں، ہمسایہ غیر مسلم قوموں کی نقل و تقلید میں مبتلا ہیں۔ تو اس کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کھل کر پوری صفائی کے ساتھ توحید کی دعوت دی جائے۔ اور وہ بلا خوف و ہمت لائے اس فریضہ کو انجام دیتا ہے۔

پیش نظر کتاب تقویۃ الایمان ایسی کتاب ہے جو توحید کی دعوت اور حقیقت توحید کو بے لاگ طریقہ پر بیان کرنے کا رمز و شعار بن گئی ہے، برصغیر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے اتنی بڑی تعداد کو فائدہ پہونچایا جس کا شمار محال ہے ان کی تعداد بلا شبہ (جیسا کہ بعض اہل نظر نے لکھا ہے) لاکھوں انسانوں تک پہونچتی ہے جس زمانہ میں یہ کتاب کبھی کبھی دینی تعلیم یکسر نایاب نہ تھی لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی کثیر تعداد یہاں کی اکثریت کے خیالات، عادات و اطوار اور رسوم و عادات سے متاثر ہو چکی تھی دوسری طرف جرات مندانہ اور عام فہم طریقہ پر دین خالص کی دعوت تقسیم کی کوششیں اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہو گئی تھیں۔

اسی صورت حال کو دیکھ کر مصنف کتاب کا دل زخمی اور پارہ پارہ ہوتا تھا کتاب کی تاثیر و مقبولیت کو اسلام پر آنسو بہانے والی ان آنکھوں اور اس دین کو زندہ کرنے کی راہ میں بہائے جانے والے ان کے پاکیزہ خون اور مسلم معاشرہ کو جاہلیت کے اثرات سے پاک کرنے والی کوششوں اور ایسی شرعی حکومت کے قیام کی (جو شریعت کی اساس پر ہو) ان کی ان کاوشوں نے بھی بڑھا دیا۔ مصنف کتاب نے دعوت کے ساتھ ساتھ دعا و انابت، الحاح و تضرع، جہاد کے ساتھ کوشش و کاوش اور اعلاں حق کے ساتھ راجہ حق میں جان عزیز تک جان آفریں کو پیش کر دی یہی توحید کی اصل روح، اخلاص کا منہا۔ کمال صداقت اور تمغہ وفاداری ہے۔ ایسے ہی وعدے کے سچوں اور عہد کے پکوں کے

لے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "سیرت سید احمد شہید" از راقم، "حیات طیبہ" از مرزا حیات

"جب ایمان کی بہار آئی" از راقم

بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-  
 مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار  
 عین المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله  
 انہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا  
 تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے نایاب  
 ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں  
 اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی  
 بدلتے تو انہیں بدیلاہ

(احزاب ۲۳)

اس کتاب کو وہ مقبولیت اور تاثیر حاصل ہوئی جو کبار مخلصین علماء ربانیہیں اور  
 تجدیدی کام کرنے والے داعیوں کی کتابوں کو حاصل ہوتی ہے۔  
 کتاب کی قوت تاثیر کا سبب حقائق کو بے لاگ و دو ٹوک طریقہ پر بیان کرنا اور  
 معاشرہ میں پھیلے ہوئے امراض ہشر کا نہ رسوم اور دین سے انحراف کی شکلوں کی  
 نشان دہی ہے جو دکھتی رنگ پر ہاتھ رکھتی ہے۔ اخیر زمانہ میں مشائخ اور بزرگوں کی  
 تقدیس و تعظیم میں مسلمان جس غلو و جہالت اور ہمسایہ اقوام کی نقل و تقلید کے جس  
 فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے کتاب ان ساری کمزوریوں کو خوب کھول کر بیان کرتی  
 ہے، لوگوں کا یہ مزاج بن گیا تھا کہ وعظ و تقریر یا علمی مضامین میں شرک و توحید  
 کا جو اجمالی اور عمومی ذکر ہوتا تھا وہ اپنے کو اس کا مخاطب نہیں سمجھتے تھے ضرورت  
 تھی کہ ان کمزوریوں اور بیماریوں کو کھول کر بیان کیا جائے جن میں یہ مبتلا تھے اور ان  
 غلطیوں کی نشان دہی کی جائے جن کے وہ عادی ہو گئے تھے۔ ان شخصیتوں، جگہوں  
 اور رسوم و رواج کی حقیقت کو جن کو انہوں نے مقدس قرار دے رکھا تھا واضح کیا جائے  
 جب تک ایسا نہ کیا جائے گا سمجھیں گے کہ اس تردید و تنقید کا تعلق پرانے زمانہ کے  
 مشرکین اور زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے ہے۔

لیکن یہ واعظ و مضمون نگار جب ان کی زندگی کے اندر اتر کر غلط باتوں کو بیان

کرتا ہے اور ان کے غلط عقیدوں اور بیماریوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ متعین طور پر ان فتنوں کو اس طرح بتاتا ہے کہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ تو وہ اس مقرر اور واعظ کے مخالف ہو جاتے ہیں اور کھلم کھلا اس سے دشمنی کرنے لگتے ہیں یہ خطرہ وہی داعی مولے سکتا ہے جو مخلص ہو اور دعوت اس پر طاری ہو جائے۔ احساس فرض کا اس پر غلبہ ہو، اس کو قرآن کریم اور انبیاء کرام کے طریقہ دعوت کا حقیقی لطف آنے لگے۔ پھر اس کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ پسند کریں گے یا ناراض و خفا ہوں گے۔ اس کو بس اس کی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ قرآن کا پیغام سنائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اپنے ضمیر کو مطمئن کرے اور اداسی کی فرض سے سبکدوش ہو۔

اس موقع پر تاریخ دعوت و عزیمت میں دوسری صدی ہجری کے شروع میں حضرت حسن بصری کی قوت تاثیر اور اس وقت کے معاشرہ بران کے گہرے اثرات کے بارے میں جو کچھ راقم نے لکھا ہے اس کو نقل کرنا مناسب ہو گا اس کا کیا راز تھا کہ اس وقت کا معاشرہ اس سے تجاہل نہیں برت سکا۔

”خواجہ حسن بصری کی دعوت و اصلاح کی طاقت و تاثیر میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ انہوں نے زندگی کا ایک سراپہ ڈلیا اور سوسائٹی کی اصل بیماری کی طرف توجہ کی ان کے زمانہ میں بہت سے واعظ اور داعی تھے لیکن اس زمانہ کے معاشرہ نے کسی کے وجود اور کسی کی دعوت کو اس طرح محسوس نہیں کیا جس طرح حسن بصری کے وجود اور ان کی دعوت کو محسوس کیا۔ اس لیے کہ ان کی تقریروں اور ان کے درسوں سے اس بگڑے ہوئے معاشرہ پر زلزلہ پڑتی تھی وہ ”نفاق“ کی حقیقت بیان کرتے تھے اور یہ نفاق ایک مرض تھا جو اس سوسائٹی میں پھیل رہا تھا وہ منافقین کے اوصاف و اخلاق بیان کرتے تھے اور یہ اوصاف و اخلاق بہت سے لوگوں میں پائے جاتے تھے جو حکومت، فوج اور تجارت میں پیش پیش تھے اور زندگی میں نمایاں تھے وہ آخرت

فراموشی اور دنیا طلبی کے بحران کی مذمت کرتے تھے۔ اور بکثرت لوگ اس دبا کا شکار تھے، وہ موت اور آخرت کی تصویر کھینچتے تھے اور ان حقیقتوں کو مستحضر کرتے تھے اور مترفین اور عافلیہ کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس کی زندگی ان چیزوں کے بھللے رکھنے میں تھی

غرض ان کی دعوت ان کے مواعظ اور ان کے اصلاحی درس اس زمانہ کی خواہشات و اغراض سے اس طرح متصادم تھے کہ اس زمانہ کی سوسائٹی کے لیے ان سے غیر متعلق رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بکثرت لوگ ان کی تقریروں اور مجلسوں سے چوٹ کھا کر پچھلی زندگی سے تائب ہوتے تھے اور نئی زندگی اختیار کرتے تھے بچے کتاب میں جن رسوم و عادات اور مقامات کا تذکرہ آتا ہے ان کی تشریح کر دی گئی ہے اس لیے کہ مرور زمانہ اور بعد مکانی کی وجہ سے اس عہد اور نسل کے اکثر لوگ ان سے ناواقف ہیں۔

ہم نے بعض دیگر علماء کرام اور ائمہ عظام کی وہ عبارتیں بھی نقل کر دی ہیں جن سے اس کتاب میں مندرج بعض ان عبارتوں اور انداز بیان کی تائید ہوتی ہے جن کے بارے میں بعض حلقوں کی طرف سے سخت اعتراض اور مخالفت کی آواز بلند ہوئی اور فتوے بھی جاری ہوئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ زمانہ ماہی کی مستند و متفق علیہ شخصیتوں نے بھی اس میں صاف بیانی سے کام لیا۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور دینی اصلاح و تجدید کی تحریکوں اور کوششوں سے واقفیت رکھنے والے اصحاب نظر و اہل علم کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے پچھلی صدیوں میں قرآن مجید کی تعلیم و تفہیم (عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر اور محقولات و فنون کی تعلیم و تدریس کے غلبہ کی وجہ سے) اور حدیث کی کتابوں کی تعلیم

و تدریس میں سخت انحطاط آگیا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کھل کر دین و عقیدہ کی دعوت دینے، حق و باطل میں فرق کرنے اور مغز و پوست میں تمیز پیدا کرنے کے لیے کچھ مخلص علماء دین اور مصلح داعیوں کو کھڑا کیا جن میں سب سے پیش پیش امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندیؒ اور ان کے خلفاء تھے ان کے بعد حکیم الاسلام شاہ ولی اللہؒ (بن شاہ عبدالرحیم دہلوی) اور ان کا خاندان تھا پھر وہ علماء کبار فقہاء اور محدثین بھی اس قافلہ میں شامل ہوئے جنہوں نے اس خاندان سے اکتساب فیض کیا تھا۔

یہ وہ اسباب و محرکات تھے جنہوں نے مؤلف کتاب کو جو خالص ہندوستانی ماحول اور اس تہذیب کے مرکز میں پلے بڑھے تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ذکاوت حس اور صاف گوئی سے کام لیں اور دین کی بات پوری قوت کے ساتھ پیش کریں کسی کی تنقید و ملامت اور خواص و عوام کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ اگر ان کے زندگی و فاکرئی اور ان کو ہندوستان میں رہنے اور دعوت دینے کا موقع ملتا تو وہ یہ کام تدریجاً انجام دیتے اور آہستہ آہستہ ذہنوں کو تیار کرتے اور مناسب خوراک دیتے لیکن وہ ہندوستان چھوڑنے پر مجبور تھے، راہ خدا میں جہاد و شہادت کا ہدیٰ خواں شوق آگیاں آواز میں انھیں آواز دے رہا تھا۔ لہذا اتمام حجت اور ادائیگی فرض کے احساس نے ان سے یہ کتاب لکھوائی اور انھوں نے اپنے پیچھے یہ یادگار چھوڑی کہ اس کے ذریعہ لوگ حق کی طرف لوٹیں۔

یہ بات ہندوستان ہی کے لیے خاص نہ تھی جو مرکز اسلام اور مہبط وحی سے دور ہے اور وہاں اسلام غمی ملکوں سے گزر کر اپنی تازگی اور قوت تاثیر کو بہت کچھ کھو کر پہنچا تھا۔ بلکہ ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں ان غیر عرب قوموں کے اثر سے جو نئی نئی اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔ اور اپنے ساتھ اپنے دین و عقیدہ اور عادات و اطوار کا بہت کچھ حصہ لائی تھیں۔ نیز مسلمانوں کے غیر مسلموں اور عجمیوں سے اختلاط اور مہر و شام



میں باطنی اور اسماعیلی حکومتوں کے قیام کے اثر سے اور بعض جاہل صوفیوں کی تباہی کے پھیل جانے کے سبب سے خود ممالک اسلامیہ کے مرکزوں میں اسلامی عقیدہ کمزور ہو گیا تھا اور اس میں بہت سی بدعات اور گمراہیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ جو شخص شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں ”الرد علی البکری“ اور ”الرد علی الاخوانی“ کا مطالعہ کرے گا وہ ائمہ اور مشائخ، اولیاء اللہ اور نیک بندوں کے سلسلہ میں جاہلوں کے غلو، ان کے غلط عقائد اور جاہل عادات سے واقف ہو جائے گا۔ قرآنی تعلیمات کے خلاف عقیدت میں غلو اور تعظیم میں مبالغہ مختلف عہدوں میں بعض دوسرے ملکوں میں بھی دیکھا گیا ہے جو اس کا متقاضی ہے کہ کھل کر پوری قوت و طاقت اور مبلغ و حکیمانہ انداز میں اس کے ترک کی دعوت دی جائے۔ لہذا کتاب کا فائدہ ہندستان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ وہ ان تمام حلقوں کے لیے بھی مفید ہے جہاں ایسے عادات و عقائد رواج پا گئے ہوں جن کو اسلام ناپسند کرتا ہے اور شریعت میں اس کی گنجائش نہیں اس بنا پر عربی میں بھی کتاب کے ترجمہ کا کام انجام دیا گیا جس کا نام ”رسالۃ التوحید“، للعلامة اسماعیل الشہید رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ نام کتاب کے مضمون کی پوری مناسبت رکھتا ہے، مؤلف کتاب نے خود کتاب کو عربی میں منتقل کیا تھا اور اس کا نام ”رد الاشرار“ رکھا تھا۔ لیکن اس عربی کی اصل ناپید ہو گئی ہے۔

---

لے عربی ترجمہ کی خدمت رسالۃ التوحید کے نام سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ہمار پوری (دفعین بقیع شریف مدینہ منورہ) کے حکم و اصرار سے راقم نے انجام دی۔ اور وہ مدوۃ العلماء کے عربی پریس سے شائع ہوئی اور اس کی بلاعریہ میں بھی پذیرائی اور اشاعت ہوئی۔

# مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

آپ شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے شجرہ طوبیٰ کی ایک شاخ ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور پوتے، شاہ عبدالغنی صاحب کے ذریعہ نجات و مغفرت فرزند، شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ عبدالقادر صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کے محبوب و عزیز بھتیجے اور مایہ ناز شاگرد تھے،

مولانا اسماعیلؒ اسلام کے ان اولوالعزم، عالی ہمت، ذکی، جری اور غیر معمولی افراد میں ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں،

آپ نے علماء کے سب بڑے منج اور سب بڑے علمی اور سب بہتر ماحول میں آنکھ کھولی، بچپن ہی میں کانوں میں قال اللہ، قال الرسول کی آواز پڑی جو علمی باتیں اور جو مذہبی مسائل حلال و حرام و ضروریات دینی لوگوں کو کتابوں اور مطاع سے آتی ہیں، وہ آپ کو باتوں باتوں اور قہقہے کہانیوں میں معلوم ہو گئیں، تربیت کے لحاظ سے یہ تربیت نہایت مکمل تھی جو کم خوش نصیبوں کو ہوتی ہے، لیکن آپ اس تربیت کے محدود دائرہ سے بہت آگے تھے، اور بہت جلد شاہ صاحب کے خاندان میں

بھی آپ بہت ممتاز ہو گئے،

تعلیم میں بھی آپ کی خوش نصیبی تربیت سے کم نہ تھی، ہندوستان کے فاضل ترین اساتذہ جن کے پاس سمرقند و بخارا، ایران و افغانستان کے طلباء شذر حال کر کے آتے تھے، اور ایک سبق پڑھ لینا حاصل سفر سمجھتے تھے، آپ کے گھر ہی کے تھے اور کون؟ باپ یا باپ سے بڑھ کر شفیق چچا، اس وقت اعلیٰ تعلیم جو کسی کو میسر آ سکتی تھی آپ نے حاصل کی اور اس میں کوئی کمی نہ رہی،

آپ مجتہدانہ دماغ کے آدمی تھے، اور اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ بہت سی دوسری کتابوں کے مصنفین و شراح سے زیادہ ذکاوت اور علمی مناسبت رکھتے تھے، اگر آپ کو اشتغال اور تصنیف و تالیف و درس و تدریس کا موقع ملتا تو آپ اپنے بہت سے پیروار و معاصر علماء سے آگے ہوتے، اور بہت سے فنون میں امام یا مجدد کا منصب آپ کو دیا جاتا جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو انھیں علوم یا صنائع میں خارق عادت کمال دیتا ہے۔ جو ان کے زمانہ میں رائج و شائع ہوتے ہیں، تاکہ حجت اور معجزہ ہو سکے، اسی طرح حکیم طلحہ نے خود اس کا سامان کیا کہ شاہ صاحب کو (جن سے اس کو علماء کی اصلاح اور حق کی نفرت کا کام لینا تھا) ان تمام علوم و فنون میں غیر معمولی کمال حاصل ہو، جو اس وقت عام طور پر رائج و جاری تھے اور جن پر علماء فخر کرتے تھے، اور جن کے بغیر وہ کسی کو عالم اور قابل انتفاع نہیں سمجھتے تھے۔

یہ تو علم کا حال تھا، لیکن ایک چیز غلم ہے اور دوسری چیز علم سے انتفاع، اس دوسری چیز میں شاہ صاحب خاص طور سے ممتاز تھے، آپ کا گھر قرآن و حدیث کا سب سے بڑا مدرسہ تھا، شاہ عبدالرحیم صاحب کے وقت سے یقیناً قرآن و حدیث ان لوگوں کا وظیفہ

تھا، سنت و شریعت کی نہریں ہندوستان سے اور ہندوستان سے باہر نہیں سے جاری ہوئیں، لیکن علماء کا ایک دائرہ تھا، جس سے وہ باہر نہیں جاتے تھے، اس دائرہ کے حدود درس و تدریس تصنیف و تالیف اور جمعہ وغیرہ کا وعظ تھے، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اشاعت حق کا جتنا کام اس دائرہ کے اندر رہ کر ہو سکتا تھا وہ کیا جاتا تھا، لیکن یہ بھی ان بزرگوں کا ذکر ہے جو قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے، میان میں کتابیں تصنیف کرتے تھے یا وعظ و تقریر کرتے تھے، علماء کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا بھی تھا جس کے یہاں معروف و منکر کی کوئی تقسیم نہ تھی، ہدایت و ضلالت بے معنی الفاظ تھے، "سنت و بدعت" کے الفاظ ان کی لغت میں نہ تھے، یہ ساری عمر معقولات کی کتابیں پڑھتا، اگر کچھ لکھتے تو وہ کسی متن کی شرح یا کسی شرح کا حاشیہ ہوتا، کچھ کہتے تو وہ کسی مسئلہ کی تقریر یا کسی تقریر کا رد، یا مخالف سے مناظرہ ہوتا، عام اصلاح و ارشاد کا کام دونوں کے دائرہ سے خالی تھا،

شاہ صاحب نے اس دائرہ سے باہر قدم نکالا، اور وہاں پہونچے جہاں روشنی مشکل سے پہونچتی ہے، وہاں بھی گئے جہاں مقدس و پاکباز جاتے شراباے ہیں، جہاں سے علماء و صلحا کتراتے ہیں، ہر اس جگہ گئے جہاں ان کی ضرورت تھی، جہاں حق کی آواز شاذ و نادر پہونچتی تھی، اور جہاں "جاہلیت" کی رات تھی، اسلام کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا، انھوں نے اپنا خیال نہیں کیا، وہ یہ بھی بھول گئے کہ وہ اُن شاہ دلی اللہ کے پوتے ہیں، جن کا نام لینا معصیت و غفلت کے ان سیاہ خالوں میں گناہ ہے، اس عبدالعزیز کے بھتیجے ہیں، جو اپنے علم و فضل سے بادشاہت کر رہا ہے، ان کو صرف یہ یاد رہا کہ وہ ایک عالم ہیں، جن پر تبلیغ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض ہے، اگر انھوں نے اس میں

و تاہی کی تو سارا دہلی قیامت میں ان کا دامن پکڑے گا۔ قرآن و حدیث کی وسخیدوں کا ان سے زیادہ جاننے والا کون تھا، ایسے اصحاب عزیمت یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا میں اور لوگ بھی ہیں، اور یہ فرض ان کا بھی ہے، شاہ صاحب شہر میں کوئی شرک و بدعت، کوئی فسق و فجور اور کسی قسم کی معصیت و منکر دیکھتے تو میدان حشر کا نقشہ ان کے سامنے پھر جاتا کہ جب یہ خدا کے سامنے علماء کا دامن پکڑیں گے کہ بناؤں نے ہم نابیناؤں کا ہاتھ نہیں پکڑا، ابھی تک اطباء، اُمت منتظر رہتے تھے کہ مریض ان کے پاس آئیں، لیکن شاہ صاحب نے خود مریضوں کے یہاں حاضری دینی شروع کی، اس لیے کہ یہ اس وقت تھا کہ مریضوں کو اپنے مرض کی طبیعوں سے زیادہ فکر ہو لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا،

شاہ صاحب زبانی وعظ و تبلیغ اور اس کے نتیجہ پر قانع نہ تھے، ان کی اولوالعزم طبیعت اسلام کی صحیح اور پایدار خدمت کے لیے بے چین رہتی تھی، انھوں نے ساہس سال کے عملی تجربہ سے محسوس کیا کہ ان کے مواعظ سے چند سعید روحیں، اور چند سلیم طبیعتیں ضرور فائدہ اٹھائیں گی، اگرچہ یہ اپنی نجات و برات کے لیے کافی ہو لیکن اس سے کوئی نئے خاص انقلاب نہیں ہوگا، اس کے لیے کہ شریعت حکومت سے لے کر گھر تک قانون ہو، ملک میں سنت ہی کا سکھ چلے قوت اور اقتدار کی ضرورت ہے۔

شاہ صاحب اسلام کے سپاہی بننا چاہتے تھے، اور سپاہی کو ان تمام ہتھیاروں کی ضرورت ہے جو دشمن کے پاس ہوں، یا جن کی ضرورت پڑے، پہلے بھی آپ نے علم کو ہتھیار کے طور پر حاصل کیا کہ اسلام کی خدمت کے لیے علم بھی ایک ہتھیار ہے، پھر اپنے کوجہاد کے لیے تیار کیا، اس وقت کے تمام احمق کا استعمال سیٹھا، میدان جنگ کی تمام سختیوں اور جفا کشیوں کا عادی بنایا، اس لیے کہ مقصود اسلام کی خدمت تھی، خواہ عالم بن کر، خواہ دلعظ

بن کر، خواہ میدان کا سپاہی بن کر، مال سب کا ایک ہی تھا،

حج سے آنے کے بعد اپنے گلی کوچہ اور شہر و قریہ میں جہاد کا وعظ کیا، اور ہزاروں آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سر دینے پر آمادہ کر لیا پھر حضرت سید احمد شہیدؒ اور صدہا مجاہدین و مجاہزین کی معیت میں آپ نے ہندوستان سے ہجرت فرمائی اور پھر جہاد کیا، جو خود جہاد سے کم نہ تھا، پھر آخری سانس تک اسی عبادت میں مشغول رہے، اور کبھی بھول کر بھی اپنے وطن کا خیال دل میں نہ لائے، نہ کبھی آسائش و آرام اور اعزاز و اکرام کی اس زندگی کو یاد کیا جس کو آپ ہندوستان چھوڑ کر آئے تھے، آپ کی یہ قربانی کچھ کم نہ تھی کہ آپ نے اس مقصد عزیز کے لیے دولت و عزت اور امیرانہ زندگی کو خیر باد کہہ کر فقر و فاقہ جفا کشی اور ہر وقت خطرات سے بھری ہوئی زندگی اختیار کی۔

نکینہ کے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم جو جہاد میں شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ بالاکوٹ میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے سید صاحب سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت چاہی، حضرت نے فرمایا کہ مولانا اس لڑائی میں ہماری فتح نہیں ہے آپ نہ جائیے، آپ کے بہادری سے انشاء اللہ نفعی جنگ کا خد کو بہت فائدہ پہونچے گا، مولوی صاحب نے ہاتھ جوڑ کر فرمایا کہ حضرت یہ سر تصدق کرنے کو لایا ہوں، آپ مجھ کو اجازت ہی دیجئے، سید صاحب خاموش ہو گئے، اور مولانا میدان میں گئے، ایک گولی آپ کے انگوٹھے میں لگی، انگوٹھا کٹ گیا، آپ پھر تشریف لائے، سید صاحب نے پھر منع فرمایا، مگر مولانا نے پھر الحاح و زاری سے اجازت مانگی، اور تشریف لے گئے، مجھے یاد ہے کہ تین مرتبہ سید صاحب نے روکا، آخر کو

مولانا اسماعیل شہید کی پیشانی پر ایک زخم کاری لگا، اور آپ شہید ہوئے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم  
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تم نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا  
 سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور ان کے  
 نابھوں کی کوجوان کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقہ پر چلاتے ہیں ان کی نجات دی سوائے  
 پروردگار ہمارے۔ تو اپنے حبیب پر اور اس کے آل و اصحاب پر اور اس سے سبناہوں  
 پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں کو رحمت کر اور ہم کو ان میں  
 شریک کر اور ہم کو اسی کی راہ پر جیتے اور موعے قائم رکھ اور اسی کے تابعوں میں گن رکھ  
 آمین رب العالمین۔

امتا بعد سننا چاہیے کہ آدمی سارے اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کام بندگی  
 ہے۔ جو بندہ کہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں، اور اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ  
 جس کے ایمان میں کچھ خلل ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا  
 ہے اُس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے، سو ہر آدمی کو چاہیے کہ ایمان درست کرنے میں



بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے اور اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں کوئی پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں، اور کوئی مولویوں کی باتوں کو، جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں، اور ان سے سب بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے۔ اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیے، اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیجئے اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسولؐ کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کو بڑا علم چاہیے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ اُن کا کلام سمجھیں، اور اس راہ پر چلنا بزرگوں کا کام ہے۔ سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں، سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صریح ہیں، اُن کا سمجھنا مشکل نہیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے :-

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ  
آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا  
الْأَفْئِسْقُونَ (سورہ بقرہ، منہ)

اور بیشک آتاریں ہم نے طرف تیکہ  
باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے  
ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

لے عقائد اور شرعی احکام اور قوانین محض عقل اور قیاس پر نہیں قائم ہوتے۔ ان میں ذہانت و دکانوت اور دماغ کی تیزی کوئی فائدہ نہیں پہنچائی، بلکہ ان کا سرچشمہ وہی ربانی اور الہام خداوندی ہوتا ہے اور اللہ کے رسولوں اور انبیاء کرام کی تعلیمات ہوتی ہیں۔

ف۔ یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے ،  
اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بڑی لگتی ہے ، سو اسی لیے جو لوگ جے حکم ہیں  
وہ اُن سے انکار رکھتے ہیں ، اور اللہ و رسولؐ کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر  
تو نادانوں کے راہ بتانے کو ، اور جاہلوں کے سمجھانے کو ، اور بے علموں کے علم سکھانے کو  
آئے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا ہے :-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ  
رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ  
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ  
وَلِيُعَلِّمَهُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَإِنَّ كَالْزَّالِمِينَ  
قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (جمعہ)

اور اللہ اکیسلا ہے کہ جس نے کھڑا کیا  
نادانوں میں ایک رسولؐ اُن میں سے کہ  
پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُس کی اور پاک  
کرتا ہے اُن کو ، اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب  
اور عقل کی باتیں ، اور بیشک تھے وہ پہلے  
سے گمراہی میں تھے۔

ف۔ یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسولؐ بھیجا کہ اس نے  
بنے خدوں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک ، اور جاہلوں کو عالم ، اور احمقوں کو عقل مند اور  
راہ بھٹکتے ہوؤں کو سیدھی راہ پر ، سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات  
سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں  
سکتا ، سو اُس نے اس آیت کا انکار کیا ، اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی ، بلکہ یوں کہا جائے  
کہ جاہل لوگ اُن کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں ، اور گمراہ لوگ ان کی راہ چل کر بزرگ  
بن جاتے ہیں ، اس بات کی مثال یہ کہ جیسے ایک بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بڑا پھر کوئی

شخص اس بیمار سے کہے کہ فلا نے حکیم کے پاس جا، اور اس کا علاج کر، اور وہ بیمار یہ جواب دے کہ اس کے پاس جانا اور اس کا علاج کر دانا بڑے بڑے تندرستوں کا کام ہے، مجھ سے یہ کیونکر ہو سکے کہ میں سخت بیمار ہوں، سو وہ بیمار احمق ہے، اور اس حکیم کی حکمت کا انکار رکھتا ہے، اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں ہی کے علاج کے واسطے ہے جو تندرستوں ہی کا علاج کرے اور انھیں اس کی دوا سے فائدہ ہو، اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ حکیم کا ہے کا، غرض جو کوئی بہت جاہل ہے اس کا اللہ و رسولؐ کے کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہیے، اور جو بہت گنہگار ہو اس کو اللہ و رسولؐ کی راہ چلنے میں زیادہ کوشش چاہیے۔ سو یہ ہر خاص و عام کو چاہیے کہ اللہ و رسولؐ ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اسی کو سمجھیں، اور اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں، سو سننا چاہیے کہ ایمان کے درجہ ہیں، خدا کو خدا جانا اور رسولؐ کو رسولؐ

سمجھنا اور خدا کو خدا سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے، اور رسولؐ کو رسولؐ سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے، اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک اور دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت، سو ہر کسی کو چاہیے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے یہ دو چیزیں ایمان میں خلل ڈالتی ہیں، اور باقی گناہ ان سے پیچھے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں، اور چاہیے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے، سو اسی لیے کسی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اور اتباع سنت کا ہے اور برائی شرک و بدعت کی اس رسالہ میں

جمع کیں اور ان آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی  
 سلیس میں کر دیا، تو عوام الناس اور خاص اس سے فائدہ برابریوں، جس کو اللہ  
 توفیق دے وہ سیدھی راہ پر ہو جائے، اور بتانے والے کو وسیلہ نجات کا ہو جائے  
 آمین یا اللہ العالیین۔

اور اس رسالہ کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے  
 پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی، اور دوسرے باب میں اتباع  
 سنت کا اور برائی بدعت کی۔

## پہلا باب

:- توحید و شرک کے بیان میں :-

پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب، لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں، اول معنی شرک و توحید کے سمجھنا چاہیے تا برائی اور بھلائی ان کی قرار وحدیث سے معلوم ہو سننا چاہیے کہ اکثر لوگ پیسروں کو، اور پیغمبروں کو اور امائد کو اور شہیدوں کو، اور فرشتوں کو، اور پریوں کو، مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، اور ان کی منتیں مانتے ہیں، اور حاجت برائی کے لیے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں، اور بلا کے تلنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے

لے مراد ائمہ اہل بیت ہیں جن کے سلسلہ میں اہل تشیع (فرقہ اثنا عشری کے افراد) نے بہت غلو سے کام لیا ہے، اور ان کو تعظیم و تقدیس کے ہالوں میں گھیر دیا ہے، وہ ان کے معصوم اور علام الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، امامت کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو انھیں شریک نبوت بنا دیتی ہے، بلکہ بہت سی خصوصیات میں ان کا ہمسرو و مد مقابل بنا دیتی ہے، ہندوستان میں شیو حکام و فرما رواؤں اور شیعوں سے خلا ملا اور اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے شیعی عقائد سے کئی بھی متاثر ہوئے ہیں اور ان میں شیعوں کے عادات و عقائد رواج پانگئے ہیں۔

بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار بخش  
کوئی سالار بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین، اور ان کے جینے کے لیے

لے مراد مشہور بزرگ بدیع الدین مدار حلبی مکن پوری ہیں جو سرزمین ہند کے مشہور اولیاء اللہ میں  
سے ہیں، ان کی طرف ایسے واقعات منسوب کیے جاتے ہیں جو عقل و نقل دونوں کے خلاف اور  
بعید از قیاس ہیں، ہندوستان کے بہت سے قصبات اور دیہاتوں میں عوام رائج جعفری  
کے سال میں سے ایک مہینہ کی نسبت انہی کی طرف کرتے ہیں اور ایک مہینہ کا نام مدار ہے،  
عوام میں ان کا نام ضرب المثل ہو گیا ہے، وہ طریقہ مدار کے بانی ہیں، جو اخیر زمانہ میں غلط رخ  
اختیار کر گیا ہے، اس میں بہت سی خرافات اور پہلو انوں کی ورثہ شیں داخل ہو گئی ہیں، ان  
کی تاریخ وفات ۱۰ جمادی الاول ۸۴۴ھ ہے۔

لے مراد ہندوستان کے مشہور و مقبول بزرگ سید سالار مسعود غازی ہیں، ان کے بارے میں  
بہت سے قصبے بلا سند مشہور چلے آ رہے ہیں، ان کی شخصیت پر علمی و تاریخی اعتبار سے کچھ  
زیادہ روشنی نہیں ڈالی جاسکتی ہے، ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے  
اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے بیشتر حصہ کو انھوں نے ہی فتح کیا ہے،

۸۸۸ھ میں شہید ہوئے اور ہندوستان کے شمالی صوبہ اتر پردیش کے شہر بہرائچ میں  
مدفون ہوئے، صاحب نزہۃ النواظر نے لکھا ہے کہ بادشاہان ہند نے ان کی قبر پر شاندار  
عمارت بنوا دی ہے، اور دور دور سے لوگ اس مزار کی زیارت کے لیے آتے ہیں، ان کے  
والوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے شادی نہیں کی تھی لہذا ہر سال یہ زائرین ان کی شادی کرتے ہیں،  
اور ان کا عرس مناتے ہیں، ان کے لیے جھنڈے نذر مانتے ہیں اور ان کے مزار پر لگاتے ہیں۔  
بخش کے معنی دینے اور عطا کرنے کے ہیں یعنی فلاں فلاں کی دین اور عطیہ ہے (باقی صفحہ اگلے صفحہ پر)

کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے، اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں، اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ بیخ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں:-

وَمَا يُلْمِئْنَ أَكْثَرَهُمْ

بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝

یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں، سو وہ مشرک ہیں گرفتار ہیں، پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال مشرک کے کرتے ہو، سو یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو، اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو مشرک نہیں کرتے بلکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) علی سے مراد حضرت علیؑ ہیں، حسین سے مراد حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں، ملارا اور سالار دو بڑے ہندوستانی بزرگوں کا نام ہے۔ غلام کے معنی بندہ، محی الدین سے مراد مشہور بزرگ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ ہیں، معین سے مراد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں۔ جو ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں، اور ہندوستان میں وسیع پیمانہ پر اشاعت اسلام کا شرف ان کو حاصل ہے ۶ رجب ۶۲۴ھ کو ان کی وفات ہوئی۔ اوپر جن ناموں کا ذکر ہوا سب از روئے شرع غلط ہیں جن سے بزرگوں میں قدرت و تصرف کی بوائی ہے۔

اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں، شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں و شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے، سویلوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کا مخلوق اور یہ قدرت تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے، اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے، اور ان سے مدد مانگنی عین اس سے مانگنی ہے، اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں، اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل، ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے، اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اور جتنا ہم ان کو جانتے ہیں اتنا ہی اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں، اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں اور ان باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط غلط رسموں کی سند پکڑی اور اگر اللہ و رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہ مان اور ان پر غصہ کیا اور ان کو جھوٹا بتایا، چنانچہ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَكَيْفَ يُدْخِلُكَ رَبُّكَ الْمَقَابِلَ	اور پوچھتے ہیں دے اللہ کے ایسی چیز کو
يَصْرُفُ عَنْهُمْ وَلَا يُفْعَلُ لَهُمْ كَيْفَ يُرِيدُ	نہ کچھ فائدہ دیوے ان کو نہ کچھ نقصان اور
هَؤُلَاءِ شُعَرَاءُ مُتَّبِعُونَ أَفْوَاهَ النَّاسِ	کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے
كُلُّ أَتْبَعِيكَ اللَّهُ بِمَا لَا يَكْفُرُ	پاس، بکہ کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا
فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ مُنْفَعَةٌ	وہ آسمانوں میں اور زمین میں سودہ والا
وَلِلَّهِ عَمَّا يُفْرِكُونَ (یوسف ۱۰۸)	ہے ان سے جن کو یہ شریک بتاتے ہیں۔



ف :- یعنی جن کو لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی، نہ فنا پہنچانے کی نہ نقصان کر دینے کی، اور یہ جو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس سو یہ بات تو اللہ نے ہمیں بتائی پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو۔ اس کو بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کو کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو نہ مانے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے بلکہ انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے ان کے پکارنے نہ پکار سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہو ہے اور اللہ صاحب نے سورہ زمر میں فرمایا ہے :-

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلُمَاتٍ  
 اِنَّ اللَّهَ يَخْتَارُ مَنْ يَهْدِي  
 رَبُّنَا هُمُ الَّذِينَ يُتْلَقُونَ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ  
 (سورہ زمر آیت ۱۶)

اور جو لوگ ٹھہراتے ہیں دوسرے اللہ سے اور حاجتی کہتے ہیں، پوجتے ہیں ہم ان کو سو اسی لیے کہ نزدیک کر دیں ہم کو اللہ کی طرف مرتبہ میں بیشک اللہ حکم کرے گا ان میں اس چیز میں کہ اس میں اختلاف ہے ہیں بیشک اللہ راہ نہیں دیتا جھوٹے ناشکر کو۔

ف :- یعنی جو بات سچی تھی کہ اللہ بندہ کی طرف سے زیادہ نزدیک ہے سو اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ اوروں کو حاجتی ٹھہرایا اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی تو وہ محض اپنے فضل سے بغیر واسطے کسی کے سب مرادیں پوری کر تلے اور سب بلائیں مال دیتا ہے، سو اس کا حق نہ پہچانا اور اس کا شکر نہ ادا کیا، بلکہ یہ بات اوروں سے چلنے لگے پھر اس الٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں، سو اللہ ہرگز ان کو راہ نہ دے گا اور اس راہ سے ہرگز اس کی نزدیکی نہ پادیں گے بلکہ جوں جوں اس راہ میں چلیں گے سو اس سے دور ہو جاویں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا، اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنوں میں فرمایا ہے:-

قُلْ مَنْ يَمْلِكُ مَعَكُمْ شَيْئًا وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ  
کہہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں  
کلی شئی دھوے مجھے نہ لایمجاوے  
علیہ امان کھنڈے تعلقو  
سیفون لکون لیلہ قل فاکف  
تخترون ہ (مومنون، ۱۹-۲۵)  
اللہ ہے کہہ پھر کہاں سے شیطانی ہو جاتے ہو۔

**ف:** یعنی جب کافروں سے پوچھیے کہ سارے عالم میں تشریف کس کا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے، تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے، پھر اور ان کو ماننا محض خبط ہے،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تشریف کرنے کی قدرت نہیں دی، اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے، بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے، اور اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے، مگر یہی پکارنا اور منیسیں ماننی، اور نذر دینا کرنی، اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوہل اور وہ شرک میں برابر ہے، سو سمجھنا چاہیے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے، اور اس کے مقابل جانے، بلکہ شرک کے معنی یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائی ہیں، وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا، اور اس کے

نام کا جانور کرنا، اور اس کی منت مانتی، اور شکل کے وقت پکارنا، اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھ اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی، سوان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، گو کہ پھر اللہ چھوٹا ہی سمجھے، اور اس کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھے، اور اس بات میں اولیاء و انبیاء علیہم السلام اور جن و شیطان میں، اور بھوت و پری میں، کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے وہ مشرک ہو جاوے گا، خواہ انبیاء و اولیاء سے، خواہ پیروں و شہدوں سے، خواہ پری سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جیسا بت پوچھنے والوں پر غصہ کیا ہے ویسا ہی یہود پر، حالانکہ وہ اولیاء و انبیاء سے یہ معاملہ کرتے تھے، چنانچہ سورہ براءت میں فرمایا:۔

اِتَّخَذُوا آخْبَارَهُمْ وَ رُحَبَاءَهُمْ زَبَانًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ وَ أَحَدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِيهِ وَ تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ  
(سورہ نوبہ، ۳۱)

ٹھہرایا انھوں نے مولویوں کو اور درویشوں کو، مالک اپنا دے اللہ سے اور مسیح بیٹے مریم کو، اور حالانکہ ان کو تو حکم یہی ہوا ہے کہ بندگی کریں مالک ایک کی، نہیں کوئی مالک سوائے اس کے، سو وہ نرالا ہے ان کے شریک

بتانے سے۔

ف۔ یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے، اور مالک ٹھہرا ہیں مولویوں اور درویشوں کو، سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے، اور وہ نرالا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا، نہ چھوٹا نہ برابر کا، بلکہ چھوٹے سب اس کے بندے عاجز ہیں، عجز میں برابر چنانچہ سورہ مریم میں فرمایا ہے:۔

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ إِلَّا أَتَىٰ الرَّحْمٰنَ  
جتنے لوگ ہیں آسمان و زمین میں سو آنے والے ہیں رحمان کے سامنے

عَبْدَاهُ لَقَدْ أَخْلَصَهُمْ  
وَعَدَهُمْ عَذَابًا  
وَعَلَّمَهُمْ آيَاتِهِ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ  
فَرْدَاۗهُ (سورہ مومین، ۹۳-۹۴)  
بندے ہو کو اور بیشک قابو میں کر رکھا  
ہے اُن کو، اور گن رکھا ہے ان کو ایک  
ایک، اور ہر کوئی اُن میں سے آنے والا  
ہے اس کے سامنے قیامت کے دن  
اکیلا اکیلا۔

ف۔ یعنی کوئی فرشتہ اور آدمی غلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا، اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے، کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا، اور ہر کوئی معاملہ میں اس کے روبرو اکیلا حاضر ہونے والا ہے، کوئی کسی کا وکیل و حمایتی نہیں بننے والا، ان مضمونوں کی آیتیں قرآن میں اور بھی سیکڑوں ہیں جس نے ان دو چار آیتوں کے بھی معنی سمجھ لئے، وہ بھی شرک توحید کے مضمون سے خبردار ہو گیا۔

اب یہ بات تحقیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کون کون سے چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں، کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا جاسکے، سودہ باتیں بہت ساری ہیں، مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا، اور ان کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دینا ضروری ہے اور باقی باتیں اُن سے لوگ سمجھ لیں، سوا اول بات یہ کہ ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی، دور ہو یا نزدیک ہو، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں ہو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے، اور دور و نزدیک سے پکارا کرے، اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دیوے، اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اور اس کے نام کا ختم بڑھے یا شغل کرے، یا اس کی صورت کا خیال باندھے، اور یوں سمجھے کہ جب میں اُس کا نام لیتا ہوں زبان یا دل سے، یا اُس کی صورت کا یا اُس

نا  
سے  
سا  
کا  
نعت  
نفا  
بی

تے  
سا  
ٹے

قبر کا خیال باندھتا ہوں، تو وہیں اُس کو خبر ہو جاتی ہے، اور اُس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں، جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی، مرنا و حیات، غم و خوشی، سب کی ہر وقت اُسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے، اور جو خیال دوم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے، سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے، اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اس کو اشتراک فی العلم کہتے ہیں، یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا، سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے، خواہ امام و امام زادہ سے، خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا، اور اپنا حکم جاری کرنا، اور اپنی خواہش سے مارنا اور جملانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست اور بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و اِدبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں نالینی، مشکل میں دستگیری کرنی بڑے وقت میں پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے، اور کسی انبیاء اور اولیاء کی، پیر و شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں۔ جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اور اس سے مرادیں مانگے، اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے، اور اس کی منتیں مانے، اور اس کو مہبت کے وقت پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، اور اس کو اشتراک فی التصرف کہتے ہیں، یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا، محض شرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود پہ خود ہے یا یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخش ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے لئے خاص کیے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں، جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اور اُس کے نام پر مال خرچ کرنا، اور اُس کے

نام کا روزہ، اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا، اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جانے نہ پوچھے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں، اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا، اور نام معقول باتیں کرنے سے اور شکر سے بچنا، اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا، اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا، اور اس کی طرف جانور لے جانے، اور وہاں منیتیں ماننی، اس پر غلاف ڈالنا، اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی، اور التجا کرنی، اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی، اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا، اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی، اور اس کے گرد روشنی کرنی، اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا، جیسے جھاڑو دینی، اور روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا، اور اس کے کنویں کے پانی کو تیرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں ہانپنا، غائبوں کے واسطے لے جانا، رخصت ہوتے وقت اٹنے پاؤں چلنا، اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مولیشی نہ چگانا، یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی بچی قبر کو، یا جھوٹی قبر کو، یا کسی کے تھان کو، یا کسی کے چلنے کو، یا کسی کے مکان کو، کسی کے تبرک کو، یا نشان کو، یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے، یا اس کے نام کا روزہ رکھے، یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو دے، یا جانور

لے جس طرح غمی ملکوں میں غلام اپنے آقا کے سامنے بادشاہوں کے دربار میں کھڑے ہوتے تھے۔  
تھے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں امت کے نیک افراد کے نام سے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت  
روزہ رکھنے کی بدعت زمانہ قدیم سے رائج رہی ہے، کبھی کبھی تو محض خیالی شخصیت کے نام سے جس کا کہیں  
وجود ہی نہیں روزہ رکھا جاتا ہے، اس روزہ کی نیت اور افطار کے خاص احکام و ادب ہیں (بانی حنیف علیہ السلام)

چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے، یا وہاں روشنی کرے، غا  
ڈالے، چادر چڑھاوے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے، خلعت ہوتے وقت الٹے پاؤں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور اس کے دن مقرر ہیں، ان روزوں کے واسطے ہے جن  
کے نام سے وہ رکھے جاتے ہیں مزدوروں کے پورا ہونے کی دعا کی جاتی ہے اور مدد طلب کی ج  
ہے۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (متوفی ۸۵۳ھ) نے اپنے متبعین میں سے  
ایک نیک خاتون کے نام خط میں ان روزوں کی شناخت بیان فرمائی ہے، اور اس کو مشرک  
فی العبادة یعنی عبادت میں خدا کا شریک کرنا قرار دیا ہے، مکتوب نمبر ۴۱۶، مکتب حضرت  
شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ

لے مردوں اور قبروں کی تعظیم کے سلسلہ میں اہل غلو بزرگوں کی قبروں اور مزارات پر پکڑے  
چادر چڑھانے کے عادی ہو گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو زندہ بزرگوں اور شاخ  
ساتھ کیا جاتا ہے، یہ بدعت اب بعض عرب ملکوں میں بھی نمودار ہوئی ہے شیخ علی محفوظ اپنی کتاب  
"الابتناع فی مصادر الابتناع" میں فرماتے ہیں "قبروں پر پردے لگانا بھی بدعت۔  
اس میں مقابلہ بھی ہوتا ہے" وہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ "قبروں کے مجاوروں کو شیطان نے یہ ب  
پڑھائی تاکہ ان کے حصول رزق کا دروازہ کھلے، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ جب وہ قبر کی چادر بدلنا چ  
ہیں یا وہ بوسیدہ ہو جاتی ہے تو عوام کو یہ کھاتے ہیں کہ اس کپڑے کی برکات بیان سے باہر ہیں یہ بیا  
سے شفا دیتا ہے، حاسدوں کو ناکام بناتا ہے، روزی کو بڑھاتا ہے، ہر قسم کی بلا سے محفوظ رکھتا ہے، تما  
خطرات سے مامون رکھتا ہے ان ترغیبات کے بعد بھولے بھالے عوام اس کے لینے کے لیے لوٹ  
پڑتے ہیں، اور اس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لینے کے لیے روپیہ خرچ کرنا معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔



ان کی قبر کو بوسہ دیوے، مورچہ چلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کریں تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اضلال فی العبادۃ کہتے ہیں، یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے، اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی کچھ تعظیم کرتے رہیں تاکہ ایمان بھی درست رہے اور ان کاموں میں بھی برکت ہو۔ جیسے اڑے کام پر اللہ کی نذر مانی، اور مشکل کے وقت اس کو پکارنا، اور ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا، اور جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانو ذبح کرنا اور اس کا نام عبدالرحمن، عبداللہ، خدا بخش، اللہ دیا، امۃ اللہ، اللہ دے رکھنا اور کھیت اور باغ میں سے تھوڑا بہت اس کے نام کا رکھنا اور دھن ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کر رکھنا اور جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لے جائے ان کا ادب کرنا، یعنی نہ ان پر سوار ہونا، نہ لادنا اور کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا، یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا، اور جو منع کیا اس سے دور رہنا اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے، جیسے قحط اور آرائی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادا بار، غمی و خوشی

لے یہ ہندوستان کے جاہلوں اور غلو پسند لوگوں کی عادات ہیں۔

لے مصنف نے اس موقع پر کچھ ایسے ناموں کا ذکر کیا ہے جو توحید باری پر اور صحیح عقیدہ کی علامت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے خدا بخش، اللہ دین، اور اللہ دیا، اور لڑکی کے لیے اللہ دی۔

طاف

چلے

بزرگوں

سالی

ایک

اور

کے

اب

ہے

تی

ہے

ریوں

م

ٹھ



یہ سب اس کے اختیار میں سمجھنا، اور اپنا ارادہ جس کام کا بنیان کرنا تو پہلے اس کے ارادہ کا ذکر دینا جیسا یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے گا تو ہم فلاں کام کریں گے اور اس کے نام کو ایسی تعظیم لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی، جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق، اور جب کلام میں قسم کھانے کی حاجت ہو تو اس کے نام کی قسم کھانی، سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں، پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کی، اماموں اور شہدوں کی، بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے، جیسے اٹے کام پران کی نذر مانے مشکل کے وقت ان کو پکارے، بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے، جب اولاد ہو ان کی نذر دینا کرے، اپنی اولاد کا نام عبد اللہ، امام بخش، پیر بخش رکھے، کھیت و باغ میں ان کا حصہ لگائے جو کھیتی و باڑی میں سے آوے پہلے ان کی نیاز کر دے، جب اپنے کام میں لاوے، اور دھن اور ریوڑ میں سے ان کے نام کے جانور بٹھراوے اور پھر ان جانوروں کا ادب کرے، پانی دانے پر سے نہ ہانکے، ٹکڑی پتھر سے نہ مارے اور کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سنگ پکڑے کہ فلاں نے لوگوں کو چاہیے کہ فلاں کھانا نہ کھاویں، فلاں کپڑا نہ پہنیں، حضرت بی بی کی صحنک مر د نہ کھا دیں، لوٹری نہ کھاوے، جس عورت نے دوسرا ختم کیا ہو وہ نہ کھاوے، شاہ عبدالحق کا گوشہ حق پینے

۱۔ یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو ہندوستان میں بنت رسول حضرت فاطمہ زہرا کے نام پر پکایا جاتا ہے، یہ صرف عورتوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے، مرد نہ کھا سکتے ہیں نہ اس کے قریب جاسکتے ہیں۔  
۲۔ مراد حضرت شیخ عبدالحق رُددولی ہیں، جو ہندوستان میں چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بڑے بزرگوں، اور مصلحین میں سے ہیں، رُددولی میں پیدا ہوئے اور پہلے بڑھے، رُددولی ادھہی کا ایک قصبہ ہے تو حید شریعت کی عظمت و پابندی، فرائض و سنن کے اہتمام تبلیغ دعوت اور غرست نشینی کے بلند مقام پر تھے،  
۳۔ ۸۳۶ھ میں وفات پائی، ہندوستان کے غالی اور جاہل لوگوں نے ایک خاص قسم کا کھانا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷)

والا نہ کھاوے اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ  
 فلانہ ان کی پھٹکار میں آکر دیوانہ ہو گیا اور فلانے کو انھوں نے راندنا تو محتاج ہو گیا، اور فلانے  
 کو نواز دیا تو اس کو فتح و اقبال مل گیا، اور قحط فلانے ستارے کے سبب پڑا، فلانا کام جو  
 فلانے دن شروع کیا تھا یا فلانی ساعت میں سو پورا نہ ہوا یا یوں کہیں کہ اللہ و رسول چاہے گا تو  
 میں آؤں گا، یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جائے گی، یا اس کے تئیں بولنے میں، یا مجبور، داتا،  
 بے پروا خداوند خداے رگان، مالک الملک شہنشاہ بولے، یا جب حاجت قسم کھانے کی  
 پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی، یا امام کی، یا پیر کی، یا ان کی قبروں کی قسم کھاوے، سو ان سب باتوں  
 سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو اشراک فی العبادت کہتے ہیں، یعنی عبادت کے  
 کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہئے، غیر کی کرے، سو ان چاروں طرح کے شرک کا صریح بیان قرآن و حدیث  
 میں ہے، سو اس لیے اس باب میں پانچ فصلیں کی ہیں، فصل پہلی میں ذکر ہے شرک  
 کی برائی کا اور توحید کی خوبی کا، فصل دوسری میں ذکر ہے اشراک فی العلم کی برائی  
 کا، فصل تیسری میں ذکر ہے اشراک فی التصرف کی برائی کا، چوتھی فصل میں ذکر  
 ہے اشراک فی العبادت کی برائی کا، فصل پانچویں میں ذکر ہے اشراک فی العبادت  
 کی برائی کا،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ایجاد کر لیا ہے، جس کا نام "توشہ عبدالحق" رکھا ہے، یہ کھانا میدہ اور شکر ملا کر بنتا ہے،  
 اس کے خاص لوازم و آداب ہیں جن کا بڑی سختی کے ساتھ خیال رکھا جاتا ہے،

## الفصل الاول

الفصل الاول في الاجتناب عن الاشراك

فصل پہلی بچنے میں شرک سے یعنی اس فصل میں مجمل شرک کی برائی کا ذکر ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى      فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ نسا  
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَفْضُرُ      میں بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شرک  
 أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَفْضُرَ      ٹھہرا دے اس کا اور بخشتا ہے سوا  
 مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ      اس کے جس کو چاہے اور جس نے  
 يَشَاءُ مِنْ بَشَرٍ لَعَلَّ      شرک ٹھہرایا اللہ کا سو بیشک  
 بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا كَبِيرًا      راہ بھولا دور بھٹک کر۔  
 (سورہ نسا، آیت ۱۱۱)

ف۔ یعنی اللہ کی راہ بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حرام و حلال میں امتیاز نہ کرے، چوری، چکاری میں گرفتار ہو جاوے، نماز روزہ چھوڑ دیوے، جو رذیلوں کا حق تلف کرے، ماں باپ کی بے ادبی کرے، لیکن جو شرک میں پڑا وہ سب سے زیادہ بھولا، اس لیے کہ وہ ایسے گناہ میں گرفتار ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہ بخشتے گا، اور سارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ شاید بخش بھی دیوے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک نہ بخشتا جاوے گا، جو اس کی منزل ہے مقرر ملے گی پھر اگر پرلے درجے کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی منزل یہی ہے کہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا، نہ اس سے کبھی باہر نکلے گا، نہ اس میں کبھی آرام پاوے گا، اور جو اس سے درجہ کے شرک ہیں ان کی منزل جو اللہ کے یہاں مقرر ہے سو پاوے گا

اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو کچھ سزائیں اللہ کے یہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے دیوے چاہے معاف کرے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے کوئی بڑا گناہ نہیں، اس کی مثال یہ کہ بادشاہ کی تقصیر میں اس کی رعیت کے لوگ جتنی کریں، جیسے چوری، قزاقی، چونک پہرے کے وقت سو جانا، دربار کے وقت کوٹال جانا، لڑائی کے میدان سے ٹل جانا، سرکار کے پیسہ پہنچانے میں قصور کرنا، علیٰ ہذا القیاس ان سب کی سزائیں بادشاہ کے ہاں مقرر ہیں، مگر چاہے تو پکڑے اور چاہے تو معاف کر دیوے، اور ایک تقصیر میں اس ڈھب کی ہیں کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے، جیسے کسی امیر یا وزیر یا چودھری قانون کو کو یا چوڑے چمار کو بادشاہ بناوے، یا اس کے واسطے تخت و تاج تیار کر لے، یا اس کے تئیں ظل سبحانی بولے، یا اس کے تئیں بادشاہ کا سا مجر کرے، یا اس کے لیے ایک دن کا جشن بٹھراوے اور بادشاہ کی نذر دیو لے، یہ تقصیر سب تقصیروں سے بڑی ہے اس

لہ ہندوستانی بادشاہوں نے کچھ خاص دن مقرر کر رکھے تھے جن میں جشن منایا جاتا تھا، اس دن بادشاہ غریبوں اور ضرورت مندوں کو صدقات و خیرات تقسیم کرتے تھے، انھیں خاص دنوں میں ایک دن وہ بھی تھا جس دن بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا، اس دن بادشاہ سونے چاندی سے تولاجاتا تھا، اور پھر وہ سونا چاندی غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، پھر اس دن سے تاریخ بیان ہوتی تھی، چنانچہ کہا جاتا تھا تخت نشینی کے سال سے اتنے دنوں قبل یا بعد یہ جشن بادشاہ کے شعار میں مشال ہو گیا تھا، اور شان و شوکت کا شاندار مظاہر ہوتا تھا، یہ دن تخت نشینی اور تاج پوشی کے لیے خاص تھا، اس میں رعیت کا کوئی فرد شریک نہیں ہو سکتا تھا۔

لہ ہندوستان کے مغل اور غیر مغل بادشاہوں کا معمول تھا کہ حکام اور محل شاہی نیز رعیت کے خواص بادشاہ کو نقد نذرانہ پیش کرتے تھے، وہ اس کو داپنے ہاتھ میں رکھتے تھے، (باقی حاشیہ صفحہ ۴۰ پر)

کی سزا مقرر اس کو پہنچتی ہے، اور جو بادشاہ اس سے غفلت کرے اور ایسوں کو سزا نہ دیوے۔  
اس کی بادشاہت میں قصور ہے، چنانچہ عقل مند لوگ ایسے بادشاہ کو بے عزت کہتے ہیں۔  
اس مالک الملک شہنشاہ غنور سے ڈرا جائیے کہ پرے سرے کا زور رکھتا ہے اور ویسی غیر  
سو مشرکوں سے کیوں کر غفلت کرے گا اور کس طرح ان کو ان کی سزا نہ دے گا، اللہ سب  
مسلمانوں پر رحمت کرے اور ان کو شرک کی آفت سے بچا دے، آمین۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى      اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ لقمان  
وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ      میں جب کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو  
وَهُوَ كَبِيرٌ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ      اور وہ نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے  
بِاللَّهِ طَرِيقَ الشِّرْكِ      میری بہت شریک بنا اللہ کا بیشک  
لَظَلُمْتَ عَلَيْهِمْ (نعمان، ۱۳۳)      شریک بنا، بڑی بے انصافی ہے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ نے لقمان کو عقل مندی دی تھی، سوا انہوں نے اس سے سمجھ کر  
بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو  
بڑے سے بڑے کا حق نے کر ذلیل سے ذلیل کو دیدیا، جیسے بادشاہ کا تاج ایک چھارکے سر پر

(بقیہ ماضیہ گذشتہ صفحہ) اور خاص آداب و طریقہ کے ساتھ بادشاہوں کو پیش کرتے تھے، بادشاہ سلامت  
اس کو قبول فرماتے یا اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے اور پھر ان کو واپس کر دیتے، وہ لوگ اسے تبرک بنا لیتا اور  
اس کو بڑا شرف تصور کرتے، اس کا نام مندر رکھتے تھے یہ سلطنت و بادشاہت کا شعار سمجھا جاتا تھا، اور  
رعیت کی وفاداری، تعظیم اور اخلاص و محبت کی علامت تصور کیا جاتا تھا،  
لے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۷۱۱ھ نے جن کی ولایت و بزرگی پر مسلمانوں کے تمام  
حلقے علاقے اور عامۃ المسلمین متفق ہیں، ایک بڑی حکیمانہ مثال سے اس کی وضاحت کی ہے (باقی ماضیہ صفحہ پر)

رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سے بڑا گناہ ہے، ایسے ہی عقل کی راہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور جو لوگ مصائب کو دور کرنے یا کسی طرح کا نفع حاصل کرنے کی خاطر غیر اللہ کا ہمارا لیتے ہیں، ان کی حماقت اور بے وقوفی کا نقشہ کھینچ دیا ہے، فرماتے ہیں:

”تمام مخلوق کو ایک ایسا آدمی سمجھو جس کے ہاتھ ایک نہایت عظیم وسیع مملکت کے بادشاہ نے جس کی فرماں روائی عظیم ہے، اس کا غلبہ اور طاقت ناقابل قیاس ہے، باندھ دیے ہوں پھر اس بادشاہ نے اس آدمی کے گلے میں پھندا ڈال دیا ہے، اور اس کے پیر بھی باندھ دیے۔ اس کے بعد صنوبر کے ایک ایسے درخت پر لٹکا دیا ہے جو ایسی ندی کے کنارے ہے جس کی موجیں زبردست، چوڑائی بہت، گہرائی بے پناہ، اور جس کا بہاؤ نہایت تیز و تند ہے، اس کے بعد بادشاہ خود ایک ایسی کرسی پر بیٹھ گیا ہے جو بڑی شاندار اور بہت بلند ہے اتنی کہ اس تک پہنچنے کا ارادہ کرنا اور پہنچنا محال ہے، اس بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں، نیزوں، برجھیوں، بھالوں، اور دیگر قسم قسم کے ہتھیاروں اور اوزاروں کا اتنا بڑا ذخیرہ رکھ لیا ہے کہ اس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا،

اب جو شخص اس منظر کو دیکھے کیا اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ بادشاہ کی طرف دیکھنے کے بجائے، اس سے ڈرنے اور امید لگانے کے بجائے، اس سولی پر لٹکے ہوئے شخص سے ڈرے اور اس سے امید لگائے، جو شخص ایسا کرے کیا وہ ہر ذی عقل کے نزدیک بے عقل، مجنون اور انسان کے بجائے جانور کہلانے کا مستحق نہیں،

(فتوح الغیب المقالة السابعة عشر)

سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے، سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اسی کی بے ادبی ہے،

وَقَالَ اللَّهُ لَقَدْ عَلِمْتُمْ  
”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ  
مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُسْوَ حِ  
إِلَيْهِ آيَاتُهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا  
فَاغْبُذْ ذِكْرَهُ (سورہ انبیاء، ۲۱)“  
فرمایا اللہ تعالیٰ نے (یعنی سورہ انبیاء میں)  
اور انہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی  
رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بیشک  
بات یوں ہے، کوئی ماننے کے لائق  
نہیں سوائے میرے، سو بندگی کر د

میری۔

ف:۔ یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے ہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے، سو یہی راہ نجات کی ہے، اس کے سوائے سب راہیں غلط ہیں۔

وَأَخْرَجَ مُوسَى مِنْ مِصْرَ  
أَيُّ هَرِيرَةٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
اللَّهُ تَعَالَى ”أَنَا أَغْنِي  
الشُّرَكَاءَ عَنِ الشُّرْكِ“  
منكوة کے باب الرواد میں لکھا ہے  
کہ سلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہؓ  
نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں بڑے  
پر واہوں، سا بھیوں میں سلجھے سے  
جو کوئی کرے کچھ کام کہ سا بھی کرے  
اس میں میرے ساتھ اور کسی کو سو

مِنْ عَمَلٍ شَرِّكَ      میں چھوڑ دیتا ہوں اس کو اور اس  
فِيهِ مَعِيَ غَايِرِي تَرْكُهُ      کے ساتھ جو اور میں اس سے بزار  
وَشَرِّكَهٖ وَانَّمَنْهُ بَرِيءٌ -      ہوں۔

ف :- یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، سو میں یوں نہیں کرتا، میں بے پروا ہوں بلکہ جو کوئی کچھ کام میرے واسطے کرے اور غیر کو بھی اس میں شریک کر دے سو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا بلکہ سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بزار ہو جاتا ہوں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک کام کرے اللہ کے واسطے پھر وہی کام کرے اور کسی کے واسطے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشترک جو عبادت اللہ کی کرے وہ بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ اس سے بزار ہے۔

أَخْرَجَ أَحْمَدُ عَنْ أَبِي بِنِ كَنْبٍ      مشکوٰۃ کے باب الایمان بالقدر میں  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي تَفْسِيرِ      لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ  
قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ      ابی بن کعبؓ نے اس آیت کی تفسیر  
"وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي      میں کہ إِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي  
آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ      آدمؑ فرمایا کہ اللہ نے اولاد آدمؑ کی کٹھی  
قَالَ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ أَزْوَاجًا      کی اور ان کی مثلیں لگائیں پھر ان کی  
ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَنَسَنَظَّهُمْ      صورت بنائی پھر ان کو بولنے کی طاقت  
فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ      دی، سو وہ بولنے لگے پھر ان سے  
وَالْمِيثَاقَ وَاشْهَدَهُمْ عَلَى      قول و عہد لیا اور ان کی جان پر ان سے  
أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا      اقرار کروایا کہ کیا میں نہیں ہوں رب



بَلَىٰ ذَٰلِكَ خَافَ أَن تُشْهِدَ عَلَيْكُمْ  
 السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ مَعِينٌ  
 السَّبْعُ وَأَشْهَدُ عَلَيْكُمْ آبَاكُمْ  
 أَدَمَ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا  
 كَيْفَ الْقِيَامَةُ إِنَّا نُنَاكِتُكَ  
 هَٰذَا غُفْلَتٌ لَّكَ لَنُكَفِّرَنَّ  
 بِمَا كُنتَ تَعْمَلُ لَآ إِلَهَ غَيْرِي  
 وَلَا رَبَّ غَيْرِي وَلَا تَشْرِكْ  
 بِمَن شِئْنَا إِن سَأَرْسِلْ  
 إِلَيْكَ رَسُولًا يَدْعُوكَ وَمَن  
 يَعْتَصِفْ وَأَنْزَلَ إِلَيْكَ  
 كِتَابًا لَّا تَشْهَدُ قَابَ قَوْسَيْنِ  
 أَوْ أَلَمَّا لَآ إِلَهَ لَنَا غَيْرُكَ  
 وَلَا إِلَهَ لَنَا غَيْرُكَ

تمہارا، بولے کیوں نہیں، فرمایا سو میں  
 گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں  
 اور ساتوں زمینوں کو، اور تمہارے  
 باپ آدم کو، اس واسطے کہ کہیں کہنے  
 لگو قیامت کے دن کہ ہم نہ جانتے  
 تھے، سو جان رکھو کہ بیشک بات یوں  
 ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے  
 اور مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی بیشک  
 اب بھیجوں گا طرف تمہارے رسول اپنے  
 کہ یاد دلا دیں گے تم کو قول و قرار میرا،  
 اور اتاروں گا تم پر کتابیں اپنی، بولے  
 اقرار کیا ہم نے کہ بیشک تو مالک ہمارا  
 ہے، اور حاکم ہمارا نہیں کوئی مالک  
 ہمارا تیرے سوائے، اور نہیں کوئی  
 حاکم ہمارا تیرے سوا۔

**ف:** یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں فرمایا ہے اور جب نکالو  
 تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد، اور اقرار کروایا ان سے ان کی جانور  
 پر کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا، بولے کیوں نہیں، قبول کیا ہم نے اپنے ذمہ پر یہ  
 ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں کہنے لگو قیامت کے دن کہ بیشک ہم اس بات سے غافل تھے  
 یا کہنے لگو کہ شرک تو کیا تھا ہمارے باپ داداؤں نے پہلے، اور ہم تھے پیچھے ان کے

سو کیا ہر باد کرتا ہے تو ہم کو ان جھوٹوں کے کام کے بدلے، یہ تو جملہ کلام اللہ کی آیت کا ہے، سو اس کی تفسیر میں اُبی بن کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری اولاد آدم کی اکٹھی کی ایک جگہ اور ان کی جدا جدا مثلیں لگائیں، جیسے پیغمبروں کی جدا مثل اور اولیاء کی اور شہیدوں کی جدا مثل، اور نیک نختوں کی جدا مثل، اور حکم بردار لوگوں کی جدا مثل، اور بدکاروں کی جدا مثل، اور اسی طرح کافروں کی مثلیں لگائیں، جیسے یہود و نصاریٰ، اور مجوس و ہندو، و علیٰ ہذا القیاس، پھر ان سب کی صورتیں بنائیں یعنی ہر کسی کی صورت جیسی دنیا میں بنائی منظور تھی ویسی ہی وہاں ظاہر کی کسی کو خوبصورت، کسی کو بدصورت، کسی کو سونہا کسی کو گونگا، کسی کو کانا، کسی کو اندھا، علیٰ ہذا القیاس پھر ان کو بولنے کی طاقت دی، پھر ان سب اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا، کہ کیا میں تمہارا رب نہیں، سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار کیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانو، اور کسی کو میرے سوا نہ مانو، سو ان سب نے ان سب کا قول و قرار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر آسمان و زمین و آدم کو گواہ کیا اور یہ فرمایا کہ اس قول و قرار کے یاد دلانے کو پیغمبر آویں گے، اور کتابیں لا دیں گے، سو ہر کسی نے جدا جدا اللہ کی توحید کا اقرار کیا، اور شرک کا انکار، سو شرک کی بات میں ایک دوسرے کی سند نہ پکڑنی چاہیے، نہ پیر کی، نہ استاد کی، نہ باپ دادوں کی، نہ کسی بادشاہ کی، نہ کسی مولوی کی، نہ کسی بزرگ کی، اور یہ جو کوئی خیال کرے کہ ہم تو دنیا میں اس بات کو بھول گئے، پھر بھولی بات کی کیا سند ہے، سو یہ خیال غلط ہے اس واسطے کہ بہت سی باتیں آدمی کو آپ کو یاد نہیں ہوتیں، پھر بہتر لوگوں کے کہنے سے یقین کرتا ہے، جیسے کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں ہوتا، پھر لوگوں ہی سے سن کر یقین کرتا ہے، اور اپنی ماں ہی کو ماں سمجھتا ہے، اور کسی کو ماں نہیں بتا سکتا، پھر اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے، کسی اور کو ماں بتا دے، تو اس کو سب لوگ

بڑا کہیں گے، اور جو وہ جواب دیوے کہ مجھے تو اپنا پیدا ہونا کچھ یا نہیں کہ میں اس کو اپنی ماں  
 تو سب لوگ اس کو احمق کہیں گے، اور بڑا بے ادب، تو جب عوام الناس کے کہنے سے آ  
 کو بہت باتوں کا یقین آجاتا ہے، تو پھر پیغمبروں کی تو بہت بڑی شان ہے، ان کی خبر دینے  
 سے کیونکر نہ یقین آوے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل توحید کا حکم اور شرک کا  
 اللہ تعالیٰ نے ہر کسی سے عالم ارواح میں کہہ دیا ہے، اور سارے پیغمبر اسی کی تاکید  
 آئے ہیں، اور ساری کتابیں اسی کے بیان میں اتریں، سو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر  
 کا فرمانا، اور ایک سو چار کتاب آسمانی کا علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ توحید خوب در سے  
 کیجئے، اور شرک سے بہت دور بھاگئے، نہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھئے کہ کسی چیز میں  
 تصرف کرتا ہے، نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرائے کہ اس سے اپنی کوئی مراد مانگے، اور اپنی حاج  
 اس کے پاس لے جائے۔

وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ عَنْ مَعَاذِ  
 بَنِي جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَدْعُ  
 قَبْلَتَ وَحَيْرَتَ -  
 مشکوٰۃ کے باب الکباہر میں لکھا ہے  
 کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ معاذ بن جبلؓ نے  
 نقل کیا کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے نہ شریک ٹھہرا اللہ کا کسی  
 کو گو کہ مارا جاوے تو اور جلایا جاوے تو

**ف :-** یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نہ ڈر کہ شاید کوئی جن یا بھو  
 کچھ ایذا پہنچاوے، سو جیسا کہ مسلمان کو ظاہر کی بلاؤں پر صبر کرنا چاہیے اور ان کے ڈرنا  
 اپنا دین نہ بگاڑنا چاہیے، اسی طرح جن اور بھوتوں کی بھی ایذا پر صبر کرنا چاہیے، اور ان سے  
 کہ ان کو نہ ماننا چاہیے، اور یہ سمجھنا چاہیے کہ فی الحقیقت تو ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں۔  
 مگر وہ ہی کبھی کبھی اپنے بندوں کو جانچتا ہے، اور بڑوں کے ہاتھ سے بھلوں کو ایذا پہنچاتا۔

تاکہ کچوں اور پکوں میں فرق ہو جاوے، اور مومن اور منافق دونوں جدا جدا معلوم ہو جاویں سو جیسے ظاہر میں متقیوں کو فاسقوں کے ہاتھ سے اور مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادہ سے ایذا پہنچ جاتی ہے، اور ان کو وہاں صبر ہی کرنا پڑتا ہے، اور دین بگاڑنا نہیں پہنچتا، اسی طرح کبھی کبھی نیک آدمی کو جن اور شیاطینوں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادہ سے ایذا پہنچ جاتی ہے، سو اس پر صبر ہی کرنا چاہیے اور ان کو ہرگز نہ ماننا چاہیے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے بیزار ہو کر اوروں کو ماننا چھوڑ دے، اور ان کی نذر و نیاز ماننے کو برا جانے، اور غلط غلط رسموں کو مٹانے لگے، اور اس میں اس کو کچھ نقصان مال کا یا اولاد کا یا جان کا پہنچ جاوے، یا کوئی شیطان کسی پیر و شہید کا نام لے کر ایذا دینے لگے تو اس پر صبر کرے اور اپنی بات پر قائم رہے، اور یہ سمجھے کہ اللہ میرا دین جانچتا ہے، اور جیسے اللہ تعالیٰ ظالم آدمیوں کو ڈھیل دے کر پکڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے ہاتھ سے چھڑاتا ہے اسی طرح ظالم جنوں کو بھی اپنے وقت پر پکڑے گا اور نیک آدمیوں کو ان کی ایذا سے بچا دے گا۔

وَأَخْرَجَ الشَّيْطَانُ  
عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
قَالَ قَالَ رَجُلٌ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي الذَّنْبُ  
أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ  
قَالَ أَتَنْتَ ذَمُّو  
لِلَّهِ نِدَّأَوْهُوَ  
خَلَقَكَ

مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابن مسعودؓ نے نقل کیا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک، فرمایا یہ کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر، اور حالانکہ اللہ ہی نے تجھ کو پیدا کیا۔

جالوں  
دی  
نے  
نخ  
مکو  
ن  
ت  
کچھ  
ت

تا  
سے  
ڈر  
ہے  
ہے

ف۔ یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اللہ کے اختیار میں ہے سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں، سو کسی اور کو اس طرح سمجھ کر پکارنا نہ چاہیے کہ یہ سب بڑا گناہ ہے، اول تو یہ کہ یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت بر لانے کی طاقت ہووے، یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو، دوسرے کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے تمام کاموں پر اس کی پکاریں، اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا، تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے نہیں رکھتا، اور کسی چوہے چمار کا تو ذکر کیا ہے۔

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنِ النَّسَائِیِ      ترجمہ مشکوٰۃ کے باب الاستغفار میں لکھا ہے  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ      کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ انس نے نقل کیا کہ پیغمبر صلیم

لے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اور اس شرک میں نفع و نقصان پہنچائے، اور عطا کرنے اور نہ کرنے، دینے اور نہ دینے کی قدرت کا عقیدہ رکھتا ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے نہایت بلیغ انداز میں اس شرک کا عقیدہ کی شاعت بیان فرمائی ہے، شیخ نے فرمایا اے خدا کے عزوجل سے روگردانی کرنے والے، اس کے بندگان صدیقین سے منہ موڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونے والے اور ان کو شرک ٹھہرانے والے، تو کب تک ان سے آس لگاتا رہے گا، وہ تجھے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں، ان کی قدرت میں نہ نفع ہے اور نہ نقصان، وہ دے سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں، نفع و نقصان پہنچانے کے اعتبار سے ان میں اور دیگر مخلوقات میں کوئی فرق نہیں، خدا ایک ہے، نقصان پہنچانے والی ایک ہی ذات ہے، نفع پہنچانا ایک ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، چملا نے اور روکنے والا ایک ہی ہے، غالب ایک ہی ہے، قابو میں لانے والا ایک ہی ہے، دینے اور نہ دینے والا ایک ہی ہے، پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا بس خدا ہی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى      نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم کے  
يَا ابْنِ آدَمَ إِنَّكَ لَوَاقِفَتَيْنِ      بیٹے بیشک تو جو مجھ سے ملے دنیا بھر گناہ  
يُقْرَابُكَ الْأَرْضَ مِنْ حَطَايَا      لے کر، پھر ملے مجھ سے تو کہ نہ شریک کہتا  
ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا      ہو میرا کسی کو، تو بیشک لے آؤں میں  
إِلَّا أَنْتَ تَلْقَانِي بِمَا مَغْفِرَتِي      تیرے پاس بخشش اپنی دنیا بھر

**ف۔** یعنی اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کیے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہابان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے پھر لوں بھی سمجھے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے، لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشتے جاتے ہیں، جیسے کہ شرک کی نشأت سے سب کام اچھے کام ناکارہ ہو جاتے ہیں، اور یہی حق ہے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوگا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے، اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے، اور یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جاوے کہ اس کے تقصیر وار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں، اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا، اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی، اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا، سو جب یہ بات خوب اس کے دل میں ثابت ہو جاوے پھر جتنے گناہ اس سے ہوں گے سو بشریت کی راہ سے ہوں گے یا بھول چوک کر، اور ان گناہوں کا ڈر اس کے دل پر گھربا ہوگا، اور ان سے ایسا بیزار ہوگا اور شرمندہ کہ اپنی جان سے بھی تنگ ہوگا، اور بیشک ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت آتی ہے، سو جوں جوں اس سے گناہ ہوں گے، اس کے موافق اس کی یہ حالت بڑھے گی، اور جس قدر کہ یہ حالت بڑھے گی اسی قدر اللہ کی رحمت بڑھے گی، سو یہ جان لینا چاہیے کہ جس

کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کرتا۔  
 فاسق و محد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے، جیسے رعیتی تقصیروار ہزار درجہ بہتر۔  
 بائی خوشامدی سے، کہ یہ اپنی تقصیر پر شرمندہ ہے، اور وہ اپنے فعل پر مغرور۔

## الفصل الثانی

الفصل الثانی فی رد الإشراک فی العلم

فصل دوسری بیان میں برائی شرک فی العلم

**ف:** یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے کہ جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى      فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انعام  
”وَعِنْدَكَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ“      میں کہ اسی کے پاس کنجیاں غیب کی  
لَا يَغْلِبُكَ آيَاتُ الْهَوَىٰ (سورہ انعام ۷۷)      ہیں، نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔

**ف:** یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو پھر راہیں بتادی ہیں، جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو، اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں، جیسے جب کچھ دیکھنے کو چاہا تو آنکھ کھول دی، نہ چاہا تو آنکھ بند کر لی، جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا، نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا، سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کو دی ہیں، جیسی جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے، جب چاہے تو کھولے، جب چاہے نہ کھولے، اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح



غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیے کر لیجئے، یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کسی دلی دُوبی کو، جن وفرشتے کو پیر و شہید کو، امام و امام زادے کو، بھوت و پری کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے، سو یہ اپنے ارادہ کے موافق، نہ ان کی خواہش پر۔ چنانچہ حضرت پیغمبر صلعم کو بار بار ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بعضی بات کے دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی، پھر جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتا دی، چنانچہ حضرت کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا پر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی، اور بہت فکر و غم میں رہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو بتا دیا کہ وہ منافق جھوٹے ہیں اور حضرت عائشہؓ پاک ہیں، سو یقین یوں رکھا چاہیے کہ غیب کے خزانہ کی کنی اللہ ہی کے پاس ہے، اس نے کسی کے ہاتھ نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں، مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جس کو چاہئے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس کچھ ایسا علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات معلوم کروں اور آئینہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے، سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے، اور جو کوئی کسی نبی دلی کو، یا جن وفرشتہ کو، امام و امام زادے کو، پیر و شہید کو، یا جوئی و رمال یا جفکار کو، یا فال دیکھنے والے کو، یا برہمن اسٹری کو، یا بھوت و پری کو، ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، اور اس

لے بہت سے شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اثنا عشرہ علم غیب رکھتے تھے، انہیں پورے شیعہ باتوں کا علم ہوتا تھا، وہ باپ دادا سے اس عقیدہ کے معتقد ہوتے چلے آئے ہیں۔

آیت سے منکر، اور یہ جو وسواس آتا ہے کہ بعض وقت کوئی نجومی، یا رمال، یا برسن یا شگونی کچھ کہہ دیتا ہے اور وہ اسی طرح ہو جاتا ہے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت ہوتی ہے، سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ بہت باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے اختیار میں نہیں، ان کی انگلی کبھی درست ہوتی ہے، کبھی غلط، اور یہی حال ہے استخارہ اور کشف کا، اور قرآن مجید کی فال کا، لیکن پیغمبروں کی وحی میں کبھی غلطی نہیں پڑتی، سو وہ ان کے قابو میں نہیں، اللہ تعالیٰ جو آپ چاہتا ہے سو بتا دیتا ہے، ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ لَا كَيْفَ لَنَا  
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
الْغَيْبِ اِلَّا اللَّهُ ط وَمَا  
يَشْعُرُوْنَ اَيَّاكَ يُبْعَثُوْنَ  
کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ نمل میں  
کہ کہو نہیں جانتے جتنے لوگ ہیں  
آسمانوں میں اور زمین میں غیب  
کو، مگر اللہ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب  
(عمل آیت دیکھئے)

**ف**۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلعم کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہدیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن نہ کوئی بیچرہ یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ سب جانتے ہیں کہ ایک دن قیامت آوے گی، اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آوے گی، سو ہر چیز کا معلوم کرنا جو ان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بھی معلوم کر لیتے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّ اللَّهَ  
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ط وَيُرْسِلُ  
الْغَيْثَ وَرَعِيْلَكُمْ فِي الْاَنْهَالِ  
اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ  
لقمان میں کہ بیشک کہ اللہ ہی کے  
پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی

وَمَا تَذَرِي لِنَفْسٍ مَّاذَا  
اتار تا ہے مینہ، اور جانتا ہے جو کچھ  
تَكْلِسُ عِندَ وَمَا  
کہ مادہ کے پیٹ میں ہے، اور نہیں جانتا  
تَذَرِي لِنَفْسٍ بِأَيِّ أَرْضٍ  
کہ کوئی کیا کرے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی  
تَمُوتُ طَرَاتَ اللَّيْلُ  
کہ کس زمین میں مرے گا، بیشک امیر  
عَلَيْهِمْ خَيْرٌ (لقمان ۳۴) بڑا جاننے والا ہے خبردار۔

**ف:** یعنی غیب کی باتوں کی سب خبریں اللہ ہی کو ہیں اور ان کا جاننا  
کسی کا قابو نہیں چنانچہ قیامت کی خبر کہ اس کا آنا بہت مشہور ہے اور نہایت یقینی، اس  
بھی آنے کے وقت کی کسی کو خبر نہیں، پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا تو کیا ذکر ہے  
جیسے کسی کی فتح، کسی کی شکست، کسی کا بیمار ہونا، کسی کا تندرست ہونا کہ یہ باتیں نہ تو  
کے برابر مشہور ہیں نہ وہی یقینی، اور اسی طرح مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں  
حالانکہ اس کا موسم بھی بندھا ہوا ہے، اور اکثر ان موسموں پر برستا بھی ہے، اور سارا  
نبی دلی، اور بادشاہ اور حکیم اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں، سو اگر اس کے وقت معلوم  
کرنے کی راہ ہوتی تو کوئی البتہ پالیتا، پھر جو چیزیں کہ نہ ان کا موسم بندھا ہوا ہے نہ سب  
لوگ مل کر اس کی خواہش رکھتے ہیں، جیسے کسی شخص کا مرنا جینا، اولاد ہونی یا غنی و فقیر  
یا فتح و شکست ہونی ہو ایسی چیزوں کی خبر کی راہ کیونکر پاسکیں، اور اسی طرح جو کچھ مادہ  
کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نہ ہے یا مادہ، کل  
ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب  
لکھتے ہیں، پر کسی حال یا خصوص نہیں جانتے، تو اور چیزیں کہ آدمی میں چھپی ہیں جیسے  
خیالات و ارادے اور نیتیں اور ایمان اور نفاق وہ تو کیونکر جان سکیں، اور اسی طرح  
جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا تو اور کسی کا کیونکر جان سکے، اور جب

اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو اور کسی کے مرنے کی جگہ یا وقت کیونکر جان سکے، غرض کہ  
اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا، اس آیت سے معلوم  
ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں، کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ  
کے عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پترہ نکالتا ہے، کوئی رمل کا قرعہ پھینکتا ہے، کوئی فالنامہ  
لیے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز، ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسا جاسکے، لیکن  
جو شخص آپ دعویٰ غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو

۱۔ ہندوستان اور بیرون ہند بھی لوگوں کی یہ عادت رہی ہے کہ جب کسی معاملہ میں تردد  
ہو یا صحیح صورت واضح نہ ہوتی تو اس کے کرنے نہ کرنے کے سلسلہ میں فال نکالا کرتے تھے۔ اس  
کی ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی ایسے مصنف کی کتاب جس سے ان کو حسن عقیدت ہوتی ہو اس کے  
روحانیت کے قائل ہوتے، لے کر اچانک بغیر کسی انتخاب کے کھولتے ہیں اور جس صفحہ کو کھولا ہے  
اس میں جو عبارت سامنے آتی ہے اسی سے فال لیتے ہیں اور پھر اس سے کام کرنے یا نہ کرنے کا قطعی  
فیصلہ کرتے ہیں، ایران اور ہندوستان کے لوگ ایران کے مشہور شاعر حافظ شیرازیؒ کے  
”دیوان حافظ“ پر فال لینے کے سلسلہ میں زیادہ اہتمام دیتے ہیں، جس کو وہ فال دیکھنا کہتے ہیں۔

۲۔ غیب کی باتوں کو بتانے کے دعویداروں میں شیعہ حضرات کے فرقہ امامیہ اور استخارہ کے ذریعہ خبر  
دینے والے بعض غالی صوفیوں نے بہت غلو سے کام لیا ہے، اور اس کے مختلف طریقے اپنائے ہیں،  
یہ لوگ ہلکاموں اور حرکات و سکنات میں بھی اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، انہیں یقین ہوتا  
ہے کہ اس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی، مؤلف ”تقویۃ الایمان“ نے انہی کی طرف اشارہ کیا ہے  
استخارہ کا مسنون طریقہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بتاتے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے طلب  
خیر اور دعا کا ایک طریقہ ہے۔

بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات کبھی اللہ کی طرف سے مجھ کو معلوم ہوتی ہے۔  
وہ میرے اختیار میں نہیں، کہ جو بات میں چاہوں تو معلوم کر لوں، یا جب میں چاہوں تو  
دریافت کر لوں، تو یہ بات ہو سکتی ہے شاید وہ سچا ہو یا مکار،

وَمَا سَأَلَ اللَّهُ لَعْنًا إِلَىٰ  
وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ  
يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ  
مَنْ لَا يَنْجِيهِ لَهُ  
إِلَّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُمْ  
عَنْ جُحُودِهِمْ غَافِلُونَ

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ

احقاف میں اور کون زیادہ گمراہ

ہوگا اس شخص سے کہ پکارتا ہے

وہ اللہ سے ان لوگوں کو کہ نہ

قبول کریں گے اس کی بات قیامت

کے دن تک، اور وہ اس کے

(سورہ احقاف: آیت ۱۷) پکارتے سے غافل ہیں،

**ف:** یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں، کہ اللہ سے تقادیرِ عظیم کو چھوڑ  
کر اوروں کو پکارتے ہیں، کہ اول تو ان کا پکارنا سننے ہی نہیں، اور دوسرے کچھ قدرت  
نہیں رکھتے، اگر کوئی قیامت تک ان کو پکارے تو وہ کچھ نہیں کر سکتے، اس آیت سے  
معلوم ہوا کہ یہ جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں، اور اتنا ہی کہتے  
ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو، کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت  
روا کرے، اور پھر لوں سمجھے کہ ہم نے شرک نہیں کیا، اس واسطے کہ ان سے حاجت  
نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے، سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی

لے اخیر زمانہ میں لوگوں میں اہل قبور سے مدد مانگنے اور ان سے دعا چاہنے کا غلط رواج پڑ گیا، بعض بزرگوں  
نے اس میں اس خیال سے وسعت دے دی کہ یہ صاحب قبر کی روحانیت سے استفادہ اور  
اس سے دعا کی محض درخواست ہی تو ہے (اس سے زیادہ تو کوئی چیز نہیں) فقہائے محققین اور مخلص  
صوفیائے اس سے منع فرمایا ہے کہ یہ فتنہ کا سبب ہو سکتا ہے کہ یہ بہت نازک اور غلط نہیں ڈالنے

راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ہو جاتا ہے، کہ ان کو ایسا سمجھو کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جب ہی ان کو اس طرح پکارا اور صالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے دے ہیں یعنی مخلوق سو وہ ان کے پکارنے والوں کے پکارنے سے غافل ہیں،

وَقَالَ اللَّهُ لَنَكَلِّيَنَّكَ  
لَا آمَلُكَ لِنَفْسِي نَفْعًا وَ  
لَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف  
میں کہہ کہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی  
جان کے کچھ نفع و نقصان کا، مگر جو کچھ

دال بات ہے، صورت مذکورہ میں مقصود اور غیر مقصود میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے، یہ اندیشہ ہے کہ عوام شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور مردوں سے مدد طلب کرنے لگیں، اس لیے کہ عقیدہ اسلام میں حتیٰ اور طبعی دعائی امور کے علاوہ چیزوں میں صرف خدا ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے اور اس کا سہارا لیا جاسکتا ہے، بہت پہلے یہ بات پیش آچکی ہے اور اس زبان کے علمائے اس پر گفتگو فرمائی ہے، علامہ عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ جو محدث اور فقیہ دہلوی ہیں اور اس طرح کے مسئلے میں ان کی رائے توسع کی ہے وہ مشکوٰۃ شریف کے فارسی حاشیہ اشعۃ المبعات میں فرماتے ہیں اگر قبروں کی زیارت کرنے والے خدا کی طرف توجہ کر گزراہٹ تضرع کو چھوڑ کر اہل قبور کی طاقت تصرف اور قدرت متقلد کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسا عوام الناس جاہل اور نادان لوگ کرتے ہیں وہاں جا کر حرام کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن سے دین اسلام نے روکا ہے، مثلاً قبر کو بوسہ دینا، اس کو سجدہ کرنا اس کے سامنے نماز پڑھنا اور کوئی ایسا کام کرنا جس کی شریعت میں ممانعت ہے اور اس سے ڈرایا گیا ہے یہ ممنوع حرام اور غلط عقیدہ ہے، اشعۃ المبعات کتاب الجہاد قصہ قتلی بدر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ فرماتے ہیں کہ "نیک لوگوں کی روحوں سے مدد طلب کرتے ہیں مسلمانوں کی بڑی تعداد مد سے تجاوز کر گئی ہے اس سلسلے میں جاہل لوگ اور عوام جو کچھ کرتے ہیں، ہر کام میں ان کی قدرت و دخل اندازی کا جو عقیدہ رکھتے ہیں یہ کھلا شرک ہے۔"

(مجموعہ فتاویٰ شیخ عبد العزیز رحمہ اللہ)

وَلَوْ كُنْتَ أَهْلَكُمُ الْغَيْبِ      کہ چاہیے اللہ، اور جو جانتا میں غیب  
لَا تَسْتَكْثِرُ مِنَ الْخَيْرِ      تو بیشک بہت سی لے لیتا میں  
وَمَا تَسْتَعِينُ الشُّعْرَانِ أَنَا      بھلائی، اور نہ چھوٹی مجھ کو کچھ برائی ہیں  
الْأَسَدِ يُضَرُّ وَيَكْتَسِرُ      تو فقط ڈرانے والا ہوں، اور خوشخبری  
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۵      سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین سے  
(سورہ اعراف: ۵۸) رکھتے ہیں۔

**ف:** یعنی سب انبیاء اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے، انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، تو اسی لیے انہیں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کر دیں سب لوگوں کا حال معلوم ہو جاوے، سو انہیں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں، تو دوسرے کا کیا کر سکیں اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا، اور اگر بُرا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا، غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں، اور کچھ خدائی کا دعویٰ نہیں رکھتا، فقط پیغمبری کا دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بڑے کام پر ڈراوے اور بھلے کام پر خوش خبری سنا دیوے، سو یہ بھی انہیں کو فائدہ کرتی ہے کہ جن کے دل میں یقین ہے، اور دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور بڑے بھلے کاموں سے واقف ہیں، سو لوگوں کو سکھاتے ہیں اور

اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے، بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں، یا اولاد دیوں، یا مشکل کھول دیوں، یا ماریں پوری کر دیوں، یا فتح و شکست دیوں، یا غنی و فقیر کر دیں، یا کسی کو بادشاہ کر دیوں یا کسی کو امیر و وزیر، یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیوں، یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیوں، یا کسی کا ایمان چھین لیوں، یا کسی بیمار کو تندرست کر دیوں، یا کسی سے تندرستی چھین لیوں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں، یا جس غیب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں، کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا، یا کس شہر میں ہے، یا کس حال میں، یا جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کر لیں کہ فلاں کے ہاں اولاد ہوگی، یا اس سوداگری میں اس کو نفع ہوگا یا نہ ہوگا، یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست، کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں، اور نادان، سو جیسے سب لوگ کبھی کبھی بات عقل سے یا قرینہ سے کہہ دیتے ہیں پھر کبھی ان کی بات موافق پڑ جاتی ہے، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بتا عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو اس میں کبھی درست ہو جاتی ہے کبھی چوک، ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو اس کی بات زالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں،

مشکوٰۃ کے باب اعلان النکاح

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى

میں نکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ

بنت مَعْوِذَ بْنِ عَفْرَاءَ

ربیع نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ

قَالَ تَجَاءُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ



علیہ وسلم دخل  
 حین بنی علی مجلس  
 علی فراشی کہ جلسہ منی  
 فجعلت جویریات لنا  
 یعنی بن بالذف ویندین  
 من قتل من ابائی یوم بدر  
 اذ قالت احداھن وینینا  
 نبی لعلہ ما فی علی فقال  
 دعی ہلک وقولہ بالذی  
 صحت تقولین۔  
 علیہ وسلم آئے پھر گھر میں داخل  
 ہوئے جب شادی ہوئی تھی میری  
 پھر بیٹھے میسر پاس مسند پر بیٹھا  
 تو بیٹھتے میسر پاس ہو وہیں  
 شروع کیا کچھ چھو کر یوں ہماری  
 نے کہ دف بجائے لگیں اور مذکور  
 کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے  
 گئے تھے ہمارے بڑے بڑے بدر  
 میں، سو ایک کہنے لگی کہ ہم میں  
 ایک بنی ایسا ہے کہ جانتا ہے کل کی  
 بات، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دے اور  
 وہی کہہ جو کہتی تھی۔

**ف**۔ یعنی رزیح ایک بی بی تھیں انصار میں سے ان کی شادی میں پیغمبر خدا  
 تشریف لائے اور ان کے پاس آ بیٹھے سو ان لوگوں کی کئی چھو کر یاں کچھ کانے لگیں کہ اس  
 میں پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ بات کہی کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ  
 باتیں جانتے ہیں، سو اس کو پیغمبر خدا نے منع کیا اور فرمایا کہ یہ بات مت کہہ اور جو کچھ  
 پہلے کاتی تھیں وہی گائے جاؤ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء و اولیاء یا امام  
 یا شہدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں، بلکہ صرف  
 پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے، اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے، اور

ف۔ یعنی وہ پانچ باتیں کہ سورہ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں اور اس کی تفسیر اس فصل کے اوّل گزری کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں۔ سو انہیں پانچ میں داخل ہیں۔ سو جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا وہ پانچوں باتیں جانتے تھے، یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے، سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں،

مشکوٰۃ کے باب البکاء والخوف میں  
 لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل  
 کیا ام العلاء نے کہا کہ بی غیر خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اللہ کی

ما یفعل بی ولا یفعل  
کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں

رسول اللہ کا ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا

مجھ سے اور کیا تم سے،

**ف:** یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں نہ  
قبر میں، خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنے  
حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا اہل  
سے بتائی کہ فلا نے کام کا انجام خیر ہے یا بُرا، سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے نہ  
معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی اُن کے اختیار سے باہر ہے۔

## افصل الثالث

الفصل الثالث في ذكر رد الاشراك في التصرف

فصل تیسری اشراک فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

**ف**۔ یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے کہ جس سے اشراک فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "قُلْ	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
مَنْ يَدْعُ	مومنوں میں کہہ کون ہے وہ
مَلَائِكَتُ كُلِّ شَيْءٍ وَ	شخص جس کے ہاتھوں میں ہے
هُوَ مُجِيرٌ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ	قابو ہر چیز کا، اور وہ حمایت
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ	کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی
سَيَقُولُونَ لَا	نہیں حمایت کرتا جو جانتے ہو وہی
قُلْ فَأَنِّي تُخَرِّفُونَ	کہہ دیں گے کہ اللہ ہی ہے پھر کہاں
(سورہ مومنون: ۸۶-۸۷)	سے خبط میں پڑ جاتے ہو۔

**ف**۔ یعنی جس سے پوچھئے کہ ایسی شان کس کی ہے کہ ہر چیز اس کے قابو میں ہے جو چاہے سو کر ڈالے، اس کا ہاتھ کوئی پکڑ نہ سکے، اور اس کی حمایت میں کوئی بات ٹل نہ سکے، اور اس کے تقصیر وار کو کہیں پناہ نہ مل سکے، اور اس کے مقابل میں کسی کی حمایت چل نہ سکے، سو ہر کوئی یہی جواب دے گا کہ ایسی شان اللہ کی ہے، سو سمجھا جائیے کہ پھر

واہ  
نا  
سام  
یادہ

اور کسی سے مراد میں مانگنی محض ضبط ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا ہم نہیں کر سکتا، مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اسی سے کام ہو گئے، سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں کرنے والا اور اپنا وکیل سمجھ کر اپنے کو مانے سو اب اس پر ترکِ ثبات ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ جن
"قُلْ لَا أَمْلِكُ	میں کہہ کہ بیشک میں نہیں اختیار
لَكُمْ صَرْفَ وَلَا رِشْدًا	رکھتا تمہارے پر کچھ نقصان کا نہ
قُلْ إِنِّي لَنْ يَخِينَنِي	فائدے کا کہہ کہ بیشک مجھ کو ہرگز نہ
مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ	بچاؤ گے گا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ
أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا	پاؤں کا ورے اس کے کوئی بچاؤ نہ

(سورہ جن: ۱۷-۱۸)

**ف:** یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیوں کہ تمہارے نفع و نقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم مجھ پر ایمان لائے اور میری اُمت میں داخل ہوئے، تو اس پر مغرور ہو کر حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے، اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب، سو جو ہم چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچالے گا، کیونکہ یہ بت بالکل غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا، سو دوسرے کو کیا بچا سکوں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو عوام النازک اپنے پیروں، شہید کی حمایت پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے اور اس کے احکام کی تعظیم نہیں

کرتے محض گمراہ ہیں، کہ سب پیروں کے پیرو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ دلِ اللہ سے ڈرتے تھے، اس کی رحمت کے سولے کسی طرف اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے پھر اور کسی کا تو کیا ذکر ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
”وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ  
مَالًا يَنْفَعُكَ وَلَا  
رِزْقًا مِّنَ السَّمَوَاتِ  
فَالْأَنفُسُ شَيْئًا لَا يَنْفَعُونَ“  
(سورہ نحل: آیت ۳۲)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ  
نحل میں اور پوچھتے ہیں درے اللہ  
کے ایسوں کو کہ نہیں اختیار رکھتے  
ان کی روزی کا آسمانوں سے اور  
نہ زمین سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے

**ف:** یعنی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں ایسے لوگوں کی کہ ان کا کچھ اختیار نہیں اور ان کی روزی پہونچانے میں کچھ دخل نہیں رکھتے نہ آسمان سے مینہ برساویں نہ زمین سے کچھ اگادیں، اور ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء یا امام و شہیدوں کو عالم میں تقرب کرنے کی قدرت تو ہے لیکن اللہ کی تقدیر پر وہ شاکر ہیں، اور اس کے ادب سے وہ دم نہیں مارتے، اگرچہ ان کو ایک دم میں الٹ پلٹ کر دیں، لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں، سو یہ بات سب غلط ہے بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
”وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ  
مَالًا يَنْفَعُكَ وَلَا  
رِزْقًا مِّنَ السَّمَوَاتِ  
فَالْأَنفُسُ شَيْئًا لَا يَنْفَعُونَ“  
(سورہ نحل: آیت ۳۲)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ  
یونس میں اور مت پرکارے درے  
اللہ کے ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیویں  
تجھ کو نہ نقصان سو اگر کیا تو نے

متر  
قابل  
متر  
ن  
کے

فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِتَّ ۖ

یہ تو بیشک تو نا انصاف ہے:

الْظَلَمِیۡنَہ (سورہ یونس علیہ السلام)

**ف:** یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ  
فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض یہ انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کام  
ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے،

وَقَالَ اللَّهُ لَعَالَى، اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ  
”قُلْ اَوْعُوا الذِّیۡنَ یَنۡعَمُ عَلَیْکُمْ“ سب اس میں کہہ بھلا پکارو تو اُن  
مِنْ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو دورے  
مِنْۢ مَّثَقَالِ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ اللہ سے سو وہ ہمیں اختیار رکھتے  
وَلَا فِی الْاَرۡضِ وَمَا لَہُمُ ایک ذرہ بھر آسمانوں میں، اور نہ  
فِیۡہِمَا مِیۡنَ مِّثۡرَۃٍ وَّمَا لَہُ زمینوں میں اور نہیں ان کا دونوں  
مِنْہُمۡ مِیۡنَ نَّحِیۡرِہِ میں سا بچا کچھ، اور نہیں اللہ کا ان  
وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنۡدَہُ میں سے کوئی بازو، اور نہیں  
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰذِنَ لَہٗ مَعۡہُ کام آتی سفارش اس کے رو برو کر  
اِذَا مِیۡرَءٌ عَنْ قُلُوۡبِہِمُ جس کو پروا لگی کہ وہاں تک کہ جب  
مَا لُوۡا مَا اِذَا قَالَ گہرا ہٹ دور ہوتی ہے ان کی  
رَبِّکُمْ مَا لُوۡا لِحَقِّ وَہُوَ دونوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا  
اَلْعَلِیُّ الْکَلِیۡرُ ۖ تمہارے رب نے، کہتے ہیں کہ حق  
(سورہ سبأ، آیت ۲۲-۲۳) اور وہی ہے بلند بڑا۔

**ف:** یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے اور مشکل کے وقت پکارتا ہے۔

اور وہ اس کی حاجت روا کر دیتا ہے، سو یہ بات اسی طرح ہوتی ہے کہ یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا سا بھی یا مالک پر اس کا ویاؤ ہو، جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کران لیتا ہے، کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں اور اس کے سلطنت کے رکن، ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے، یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ نہ خواہ قبول کر لے، پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش، جیسے بادشاہ زادی یا بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کرتا سو چار ناچار ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے، سو جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا یہ لوگ پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، سونہ تو وہ مالک ہیں آسمان اور زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے، اور نہ کچھ ان کا سا جہاں ہے اور نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو کہ ان سے دب کران کی بات مان لے، اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ نہ خواہ اس سے دلوادیں، بلکہ اس کے دربار میں اُن کا توبہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعرب میں اُگر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے، بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے، اور جب اُس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں، سوائے آشنا و صدقنا کے کچھ کہہ نہیں سکتے، پھر بات لٹنے کا تو کیا ذکر اور کسی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت، اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہئے کہ اکثر لوگ انبیاء اور اولیاء کی شفاعت پر پھول رہے ہیں، اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں، سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہئے سو سنا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے یہاں کسی شخص کی

بہ کچھ  
رتبہ

۶۷



چوری ثابت ہو جاوے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اسے آئین کی موافق اس کو سزا پہنچتی ہے، مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، سو بادشاہ یہ سمجھ رہا کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تمام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں، اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت و جہالت کہتے ہیں، یعنی اس امیر کی وجاہ کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شیفع سمجھے، سو وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل اس نے خدا کے معنی کچھ بھی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں، ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے ہجیر نیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے، اور ایک اور ہی عالم اس جگہ

لے اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی تمام مخلوق سے اس کی بے نیازی و جبروتیت کے سامنے بے بڑے اولیاء اور عارفین خوف سے لرزہ بر اندام رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ قہرہ کے سامنے اپنی حواس باختگی اور خوف و خشیت ظاہر کرتے ہیں، انہیں عارفین میں ہندوستان کے بڑے بزرگ شیخ شرف الدین گنجی مینری غلام بہاری متوفی ۷۷۷ھ بھی ہیں وہ اپنے ایک

قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور جب سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور یحییٰ ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی اور جو سب شیطان اور وصال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت بڑوں کا

(بقیہ حاشیہ ص ۶۸) مترشد کو لکھتے ہیں، "میرے بھائی ہم ایک جبار و قہار خدا کے سامنے حاضر ہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ جنت کو جہنم اور عذاب بنا دے، آگ کو (یعنی جہنم) جنت و باغ و بہار کر دے، وہ کعبے کلیسا پیدا کرتا ہے اور کلیسا سے کعبہ کو وجود بخشتا ہے، ایسے قدرت والے کے معاملہ میں تم بے خوفی اور اطمینان کی زندگی کیسے گزار سکتے ہو، تمہارا کلیجہ خوف سے کیسے نہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، اس کے ڈر اور دہشت سے تمہارا دل کیسے نہ گھٹل جائے، جو کسی علت و سبب کا پابند نہیں، وہ عقول کو حیران و ششدر کر کے رکھ دیتا ہے، اس کا قہر اسباب کا پابند نہیں جس طرح اس کا لطف و کرم کسی علت کا محتاج نہیں، اس کا لطف و کرم تو گنہ گاروں اور نافرمانوں کو بلاتا ہے تاکہ ان کو اپنی معافی اور مغفرت کے پانی سے دھو دے اور پاک اور مریض بنا دے، حتیٰ کہ مہربانی کا چشمہ خود اس کے قلب سے پھوٹنے لگے، اور اس کا سینہ لطف و محبت سے لبریز ہو جائے۔

ایسے ہی اس کا غضب اور قوت قہار و بعض وقت متقی و صالح شخص کو بلاتی ہے کہ اس کے چہرہ کو ہجر و فراق کے دھوئیں اور سزا و ناراضگی کی آگ سے کر دے تاکہ پوری دنیا کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ وہ استبداد و علت سے بے نیاز ہے، وہ کبھی ایک نافرمان و بدبخت کے بیٹے کو نبی بنا تا ہے اور کبھی نبی کے بیٹے کو شقی و بدبخت بنا تا ہے۔

بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے، نہ کچھ سنوار سکے،  
 دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے لیکھا توں میں سے یا کوئی بادشاہ محسوق  
 اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سسرانہ دیوے اور بادشاہ اس کی  
 محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں،  
 یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی  
 جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے

۱۔ امام مسلم نے اپنی سند سے حضرت ابو ذر کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 حدیث قدسی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! تم مجھے نہ نقصان پہنچانے  
 کی قدرت رکھتے ہو نہ نفع پہنچانے کی، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر انس و جن سب  
 کے سب انتہائی متقی و پرہیزگار بن جائیں جیسا کہ کوئی آدمی ہو سکتا ہے تو اس سے وہ میری  
 حکومت و بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکیں گے، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر  
 انس و جن سب کے سب فاسق و فاجر بن جائیں جتنا کہ کوئی شخص بن سکتا ہو تو اس سے میری  
 بڑائی اور بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور میرے بندو! اگر تم سب کے سب از اول تا آخر  
 انسانوں سے لے کر جنوں تک سب کے سب ایک میدان میں کھڑے ہو جاؤ اور مجھ سے سوال  
 کرو اور میں ہر ایک کو اس سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانہ میں کمی نہ  
 ہوگی مگر اتنی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈالنے سے سوئی میں لگنے والے پانی سے سمندر کے  
 پانی میں کمی ہوتی ہے، اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال کو شمار کرتا رہتا ہوں اس  
 کے اس عمل کا پورا بدلہ دوں گا، جس کو خیر نصیب ہو وہ خدا کی حمد بیان کرے، جس کو خیر کی  
 ضد ملے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

سے منجھ کو ہوگا، اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ مذکور اول ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ و حبیب کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور کین روح القدس اور روح الامین فرماوے، مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام، کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا، جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ ٹپکتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر تو چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا،

۱۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ مینری اللہ تعالیٰ کی غفلت و بڑائی، اپنی مخلوق پر اختیار کلفتی اور تصرف مطلق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اپنی مرضی چلاتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ کچھ پوچھ سکے، زبانیں کٹی ہوئی، منہ بند، ایک مکتوب میں اپنے ایک شاگرد کو لکھتے ہیں، اور اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ دل کا پٹا اٹھتا اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں ”وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کسی کی ہلاکت و نجات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ دیکھو ایک انسان کس طرح تڑپ تڑپ کر پیاس سے دم توڑتا ہے اور کہتا ہے، میرے نیچے نہریں جاری ہیں اور میں پیاس سے مر رہا ہوں، پانی کا ایک قطرہ نصیب نہیں ہوتا، ہاتھ غیب اس کو آواز دیتا ہے اور کہتا ہے، میں ہزاروں صدیقین کو تاریک و خوفناک جنگل اور خشک و چٹیل صحرا میں لاتا ہوں اور سب کو قتل کر دیتا ہوں تاکہ ان کی آنکھوں اور گالوں کو کوتوں اور گدھوں کا رزق بناؤں جب کوئی بونا چاہتا ہے تو اس کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کی آئین کو سر آنکھوں  
 رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بچ  
 کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں  
 اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھنے میرے حق میں کیا حکم فرماوے، سو  
 کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیا  
 کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھ  
 نہ جاوے، سو کوئی امیر و وزیر اسی کی مرضی پر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور باد  
 اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف  
 کر دیتا ہے، سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قریبی ہے  
 یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ  
 کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور  
 ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہنے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروا نگی سے ہوتی  
 ہے، سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن  
 و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں سو ہر بندہ کو چاہئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے  
 اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی سے اتجا کرتا رہے، اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل  
 رہے، اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی جہاں تک خیال جائے، تب اللہ کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) زبان پر مہر لگا دیتا ہوں اور کہتا ہوں، وہ جو چاہے کرے کوئی  
 کچھ پوچھ نہیں سکتا، یہ پرندے بھی میرے ہیں اور صدیقین بھی میرے ہی ہیں، بیچ میں بولنے والا  
 (فضولی) کون ہے؟ جو ہمارے عمل پر تنقید کرتا ہے۔

سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے، کیونکہ وہ پروردگار  
 غفور رحیم ہے سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت  
 سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفع بنا دے گا، غرضیکہ جیسی اپنی  
 ہر حاجت اسی کو سونپا چاہئے اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے  
 جس کو وہ چاہے ہمارا شفع کر دے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے اور اس کو اپنی حمایت  
 کے واسطے پکاریجئے اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جائیئے، اور اس کے  
 احکام کو یعنی شرع کو بے قدر کر دیجئے اور اُسی اپنے حمایتی ٹھہرا دیئے ہوئے کی راہ و رسم  
 کو مقدم سمجھئے کہ یہ بڑی قباحت کی بات ہے اور سارے نبی اور ولی اس سے بیزار ہیں وہ  
 ہرگز ایسے لوگوں کے شفع نہیں بنتے بلکہ غصہ ہو جاتے ہیں اور اُلٹے اس کے دشمن ہو جاتے  
 ہیں، کیونکہ ان کی تو بزرگی یہی تھی کہ اللہ کی خاطر کو سب جو رو بیٹے مرید شاگرد، نوکر، غلام  
 یا راشنا کی خاطر سے مقدم رکھتے تھے اور جب یہ لوگ اللہ کے خلاف مرضی ہوتے تھے  
 تو وہ بھی ان کے دشمن ہو جاتے تھے، تو پھر یہ پکارنے والے لوگ ایسے کیا ہیں کہ وہ بڑے  
 بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اس کی خلاف مرضی ان کی طرف سے ان کے حضور میں جھک گئے  
 بیٹھیں گے بلکہ بات تو یوں ہے کہ "الْحُبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلشَّيْءِ" ان کی شان ہے جس  
 کے حق میں اللہ کی خوشی یوں ہی ٹھہری کہ اس کو دوزخ ہی میں بھیجے تو وہ اور دو چار دھکے  
 دینے کو تیار ہیں۔

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ      مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبر میں لکھا ہے  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ      کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عباسؓ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ      نے کہ تمہا میں پیچھے پیچھے خدا کے ایک دن  
 وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا مُسْلِمُ      سو فرمایا اے مسلمان

ما  
 لک  
 بتا  
 س  
 ال  
 ط  
 نا  
 ف  
 ہ

أَخْفِظُ اللَّهَ بِحِفْظِكَ أَخْفِظُ اللَّهَ تَجِدَ تَبَاهُكَ  
 وَاذَا سَأَلْتُ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَ  
 إِذَا اسْتَعَنْتُ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ  
 وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجَتْ عَلَى  
 عَلَى أَنْ يَنْفَعُولَ لَشَوْ  
 كَذَّيْنَفَعُولَ الْإِسْتِيفَ قَدْ  
 كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا  
 عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ لَشَوْ  
 لَهُ يَضُرُّوكَ الْإِسْتِيفَ قَدْ  
 كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ  
 رَفَعْتَ الْأَقْلَامَ وَحَفَّتِ  
 الْمُصَفِّ

یاد رکھو گا تجھ کو، یاد رکھو اللہ کو پاؤ گے  
 تو اس کو اپنے رو برو، اور جب مانگے تو  
 کچھ، مانگ اللہ ہی سے، اور جب مدد  
 چاہے تو مدد چاہ اللہ ہی سے اور یہ  
 یقین سمجھ لے کہ بے شک سب لوگ  
 اگر اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ کچھ فائدہ  
 پہنچا دیں تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے  
 مگر جتنا کہ لکھ دیا اللہ نے تیرے حق  
 میں، اور جو اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ  
 نقصان پہنچا دیں تجھ کو کچھ، تو نقصان  
 پہنچا سکیں گے، مگر وہی کہ لکھ دیا ہے  
 اللہ نے تجھ پر، اٹھائی گئی قلم اور سو کہ

گیا کاغذ۔

**ف :-** یعنی اللہ تعالیٰ، کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے پر اور بادشاہ  
 کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیار ہی التجا کرے اس کی طرف اسے غرور کے خیال  
 ہی نہیں کرتے، اسی لیے رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں اور ان کا وسید ڈھونڈ  
 ہیں تاکہ انہیں کی خاطر سے التجا قبول ہو جاوے، بلکہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے وہاں کسی  
 وکالت کی حاجت نہیں جو اس کو یاد رکھے وہ آپ ہی اس کو یاد رکھتا ہے، کوئی سفار  
 کرے یا نہ کرے، اور اسی طرح گو کہ وہ سب چیز سے پاک ہے اور سب سے بلند، مگر ا  
 بادشاہوں کا سادہ بار نہیں کہ کوئی رعیتی لوگ وہاں پہنچ نہ سکیں، اور امیر و وزیر ہی رعیتی

پر حکم چلا دیں، اور رعیت کے لوگوں کو انہیں کا ماننا ضرور پڑے اور انہیں کا دربار کرنا پڑے، بلکہ اپنے بندوں سے بہت نزدیک ہے جو ادنیٰ بندہ اپنے دل سے اس کی طرف متوجہ ہو دے تو وہ ہیں اس کو اپنے منہ کے آگے پا دے، وہاں اپنی غفلت ہی کے سوا اور کچھ پردہ نہیں، جو کوئی کچھ اس سے دور ہے سو اپنی غفلت کے سبب سے دور ہے، اور یہ سب سے نزدیک پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو پکارتا ہے کہ اس کو اللہ سے نزدیک کر دیوں، سو یہ نہیں سمجھتا ہے کہ پیر و پیغمبر تو اس سے دور ہیں اور اللہ نہایت نزدیک، سو یہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک رعیتی آدمی اپنے بادشاہ کے پاس اکیلا بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اسی کی عرض سننے کو متوجہ ہے پھر وہ رعیتی امیر و وزیر کو کہیں دور سے پکارے کہ تو میری طرف سے فلانی بات بادشاہ کے حضور میں عرض کر دے، سو وہ یا اندھا ہے یا دیوانہ اور فرمایا کہ ہر مراد اللہ ہی سے مانگے، اور ہر مشکل میں اسی سے مدد چاہے اور یہ یقین سمجھ لیجئے کہ قلم تقدیر ہرگز نہیں مٹتا، پھر اگر سارے جہاں کے بڑے اور چھوٹے مل کر چاہیں کہ کسی کو کچھ نقصان و نفع پہنچائیں اللہ کے لکھے سے کچھ بڑھ نہیں سکتا،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر بدل لیں جس کی تقدیر میں اولاد نہیں اس کو اولاد دے دیوں جس کی عمر تمام ہو چکی ہو اس کی عمر دیوں، سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ اپنے ہر بندہ کی کبھی دعا قبول بھی کر لیتا ہے، اور انبیاء اور اولیاء کی اکثر ہنگام دعا کی توفیق دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے اور قبول کرنا بھی، اور دعا بھی کرنی اور مراد بھی ملنی دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہیں تقدیر سے باہر کوئی کام دنیا میں ہو نہیں سکتا اور کچھ کام کرنے کی قدرت نہیں، ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا، نبی ہو یا ولی، سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اس کی جناب میں دعا کرے، کچھ لو طاقت نہیں رکھتا، پھر وہ مالک و مختار ہے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے چاہے اپنی



حکمت کی راہ سے قبول نہ کرے،

أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَه عَنْ  
عَمْرِو بْنِ الْعَامِسِ، قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِقَلْبٍ  
ابْنِ آدَمَ يُلْكَ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ  
اتَّبَعَ قَلْبَهُ الشَّعْبُ كَلِمًا  
لَهُ يُبَالِ اللَّهُ بِأَعْي  
وَادٍ أَهْلَكَهُ وَمَنْ  
تَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ كَفَاهُ  
الشَّعْبُ،  
مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبر میں لکھا ہے  
کہ ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ عمرو بن العاص  
نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ بیشک آدمی کے دل  
کی ہر میدان کی طرف راہ ہے سو جو کوئی  
پیچھے ڈالے اپنے دل کو سب راہوں کے  
تو کچھ پرواہ نہیں رکھتا اللہ کسی جنگل  
میں تباہ کر دے اس کو، اور جو کوئی  
بھروسہ کرے اللہ پر تو وہ کفایت کرتا ہے  
اس کو سب راہوں سے۔

**ف :-** یعنی جب آدمی کو کسی چیز کی طلب ہوتی ہے یا کوئی مشکل اڑ جاتی ہے  
تو اس کے دل میں ہر طرف خیال دوڑتے ہیں کہ فلا نے پیغمبر کو پکاریے، فلا نے امام کی  
مدد چاہئے، فلا نے پیر شہید کی منت مانئے، فلا نی پری کو مانئے، فلا نے نجومی یا رمال سے  
پوچھئے، فلا نے ملا سے فال کھلو ایسے، پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ اس سے  
اپنی قبولیت کی نگاہ پھیر لیتا ہے، اور اس کو اپنے سچے بندوں میں نہیں رکھتا، اور اللہ کی  
تربیت اور ہدایت کی راہ اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے، اور وہ اسی طرح ان خیالات  
کے پیچھے دوڑتا ہی دوڑتا تباہ ہو جاتا ہے، کوئی دہرایا ہو جاتا ہے، کوئی لمد کوئی مشرک ہو جاتا  
ہے، کوئی سبے منکر، اور جو کوئی اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے اور کسی خیال کے پیچھے نہیں  
پڑتا، سو اللہ اس کو اپنے مقبول لوگوں میں گن رکھتا ہے، اور اس پر ہدایت کی راہ کھول

دیتا ہے، اور اس کے دل کو چین اور آرام ایسا بخش دیتا ہے کہ خیالات باندھنے والوں کو ہرگز میسر نہیں ہوتا، اور جو کچھ جس کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اس کو مل ہی رہتا ہے، مگر خیالات باندھنے والا مفت رنج کھینچتا ہے، اور توکل کرنے والا چین و آرام سے پالیتا ہے۔

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ  
الْبَيْهَقِيِّ عَنْ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ  
أَخَذَ كُفْرَتَهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا  
حَتَّى يَسْأَلَ الْمَلَأَ وَحَتَّى يَسْأَلَ  
شَحَّ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ -

مشکوٰۃ کی کتاب الدعوات میں لکھا  
ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ انس نے  
نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہر  
کسی کو چاہئے اپنی سب حاجت کی  
چیزیں اپنے رب سے مانگے، یہاں  
نیک کہ تک بھی، اور جو تلے کا تسمیہ  
ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔

ف :- یعنی اللہ تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہ سمجھے کہ بڑے بڑے کام تو آپ کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام، اور نوکروں اور چاکروں کو حوالہ کر دیتے ہیں، سو لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں ان کی التجا کرنی ضرور پڑتی ہے، سو اللہ کے یہاں کارخانہ یوں نہیں بلکہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ ایک ہی آن میں کروڑوں کام چھوٹے اور بڑے درست کر سکتا ہے، اور اس کی سلطنت میں کسی کی قدرت نہیں سو چھوٹی چیز بھی اسی سے مانگنا چاہئے، کیونکہ اور کوئی نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے نہ بڑی۔

وَأَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ  
”وَأَسْأَلُ رَحْمَتَكَ الْآفِينَ“  
دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مشکوٰۃ کے باب الخلافۃ والا ماقہ میں  
لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ  
نقل کیا ابوہریرہؓ نے کہ جب اتری یہ  
آیت کہ ڈراوے تو اپنی برادری کو

قَرَابَتُهُ فَعَمَّ وَخَصَّ  
 فَقَالَ يَا بَعْثُ كَعْبِ ابْنِ لُؤَيٍّ  
 أَلْقِدُوا النَّفْسَ مِنْ النَّارِ  
 فَإِنِّي لَا أَطْلُبُ لَكُمْ  
 مِنَ الشَّيْءِ شَيْئًا أَوْ قَالَ فَإِنِّي  
 لَا أَطْفِئُ عَنْكُمْ مِنَ الشَّيْءِ شَيْئًا  
 وَيَا بَعْثُ مَوَدِّ كَعْبِ  
 أَلْقِدُوا النَّفْسَ مِنْ النَّارِ  
 فَإِنِّي لَا أَطْفِئُ عَنْكُمْ مِنَ  
 الشَّيْءِ شَيْئًا يَا بَعْثُ عَبْدَ شَمْسٍ  
 أَلْقِدُوا النَّفْسَ مِنْ  
 النَّارِ فَإِنِّي لَا أَطْفِئُ عَنْكُمْ  
 مِنَ الشَّيْءِ شَيْئًا وَيَا بَعْثُ  
 عَبْدَ مَنَاظِ أَلْقِدُوا  
 النَّفْسَ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَطْفِئُ  
 عَنْكُمْ مِنَ الشَّيْءِ شَيْئًا وَيَا بَعْثُ  
 هَاشِمِ أَلْقِدُوا النَّفْسَ مِنَ النَّارِ  
 فَإِنِّي لَا أَطْفِئُ عَنْكُمْ مِنَ الشَّيْءِ شَيْئًا  
 وَيَا بَعْثُ عَبْدَ الْمُطَلِّبِ أَلْقِدُوا  
 النَّفْسَ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي

جو ناما رکھتے ہیں تجھ سے، تو پکارا بیٹھرا  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناتھ والوں  
 کو پھر اکٹھا کر کے پکارا۔ اور جدا جدا  
 بھی، سو فرمایا اے اولاد کعب بن لوی  
 کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ  
 بے شک میں اختیار نہیں رکھتا تمہارا  
 اللہ کے ہاں کچھ، یا لویوں فرمایا بے شک  
 میں نہیں کام آنے کا تمہارے اللہ کے  
 ہاں کچھ، اور اے اولاد مرو بن کعب  
 اے اولاد عبد شمس کی بچاؤ تم اپنی جانوں  
 کو آگ سے، کیونکہ بے شک میں نہ کام  
 آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ، اور  
 اے اولاد عبد مناف کی بچاؤ تم اپنی جان  
 کو آگ سے کیونکہ بے شک میں نہ کام  
 آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ، اور اے  
 اولاد بنی ہاشم کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو  
 آگ سے، کیونکہ میں نہ کام آؤں گا تمہارے  
 اللہ کے ہاں کچھ، اور اے اولاد عبد المطلب  
 کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ  
 بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے

لَا تُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ الْقِدْيُ نَفْسُكَ  
مِنَ النَّارِ سَلِّحِي مَا شِئْتَ مِنْ مَّالِي  
فَإِنَّ لِلْأَعْيُنِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

اللہ کے ہاں کچھ، اور اے فاطمہ بچا  
تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ  
سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا  
میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ۔

ف۔ یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قریب ہی ہوتے ہیں ان کو اس کی  
حمایت پر بھروسہ ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں، سو اسی لیے  
اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قریبیوں کو ڈرا دیوے، سو انہوں نے سب کو  
اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے  
اختیار میں ہو، سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کام معاملہ  
میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن  
سکتا، سو وہاں کام معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر  
کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں  
آتی جب تک کہ کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔

## الفصل الرابع

الفصل الرابع في ذكر رد الأشرار في العبادة

فصل چوتھی اشراک فی عبادت کی برائی کے بیان میں،

**ف** یعنی عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتلائے ہیں کہ سوا اس فصل میں یہ مذکور ہے کہ قرآن و حدیث میں اللہ کی تعظیم کے لوگوں کو کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ اور کسی کے لیے وہ کام نہ کیجئے کہ شرک لازم آوے،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَقَدْ  
أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِذْ لَكَهُمْ  
نَذِيرٌ مُّبِينٌ أَلَّا تَعْبُدُوا  
إِلَّا اللَّهَ مَا رَأَيْتُ أَخَافُ  
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ  
الْيَوْمِ (سورة هود، آیت ۲۴)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ ہود میں  
کہ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی  
طرف بھیجا یہ بات کہنے کو کہ بے شک میں  
تم کو ڈرانے والا صاف ہوں یہ کہ عبادت  
نہ کرو مگر اللہ کی، بے شک میں ڈرتا ہوں  
تم پر دیکھ کے دن کی بارے۔

۱۔ عبادت سے مراد وہ امور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کر لیا ہے اور ان کو انسانوں کے لیے واضح کر دیا تاکہ ان امور میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ شریک کریں۔

ف۔

یعنی مسلمان اور کافروں سے مقابلہ حضرت نوحؑ کے وقت سے شروع ہوا ہے، سو جب ہی سے اس بات پر مقابلہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی تعظیم کسی اور کی سی نہ چاہئے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں وہ اوروں کے واسطے نہ کیجئے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تَسْجُدُوا

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا

لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَكُمْ

إِنْ كُنْتُمْ إِنَاءً تَعْبُدُونَ

ف۔ یعنی جو آدمی چاہے کہ اللہ ہی کا بندہ بنے تو سجدہ اسی کو کرے اور

کسی چاند و سورج کو نہ کرے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین میں یوں ہی فرمایا ہے کہ سجدہ کرنا حق خالق ہی کا ہے، سو کسی مخلوق کو نہ کیا جاوے، مگر مخلوق ہونے میں چاند اور سورج، اور نبی اور ولی برابر ہیں، سو جو کوئی یہ بات کہے کہ اگلے دینوں میں کسی کی مخلوق کو بھی سجدہ کرتے تھے، جیسے فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو کیا اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو، تو ہم بھی اگر کسی بزرگ کو کر لیں تو کچھ مضائقہ نہیں، سو یہ بات غلط آدمؑ کے وقت کے لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کر لیتے تھے چاہئے کہ یہ لوگ ایسی ایسی

۱۔ خلف و سلف سبھی علماء اسلام، اور تمام فقہاء اور عارفین نیز دعوت کا کام کرنے والے شایخ اس بات پر متفق ہیں کہ سجدہ خواہ عبادت کی غرض سے ہو یا تعظیم و تحیت کے طور پر خداوند قدوس کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں، یہ ان احادیث صحیحہ کے علاوہ ہے جو شہرت کی حد کو پہنچ چکی ہیں، فقہاء احناف و ائمہ نے تو صراحتاً سجدہ تحیت کو حرام کہا ہے، بعض نے تو ایسا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جھٹیں لانے والے اپنی بہنوں سے نکاح کر لیں، اور اصل بات یہی ہے کہ بندہ کو اللہ  
حکم ماننا چاہیے، جب اس نے جو حکم فرمایا اس کو جان و دل سے قبول کر لینا چاہیے  
اور حجت نہ نکالے کہ اگلے لوگوں پر تو یہ حکم نہ تھا ہم پر کیوں ہوا کہ ایسی جھٹیں لانے۔  
آدمی کافر ہو جاتا ہے، اس کی مثال یہ کہ ایک بادشاہ نے اپنے ملک میں ایک مدت  
تک ایک حکم جاری کیا پھر بعد اس کے ایک اور حکم جاری کیا پھر جو کوئی یہ کہنے لگے کہ  
پہلے ہی حکم پر چلے جاویں گے پچھلا حکم نہیں ماننے، سودہ باغی ہو جاتا ہے۔  
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى "وَأَن ت" اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ جن

(بقید حاشیہ گذشتہ کا) کرنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، شمس الائمہ نسخی نے مسبو ط میں لکھا  
کہ جس نے غیر اللہ کے لیے سجدہ تنظیم کیا وہ کافر ہو گیا، علامہ ابن عابدین نے رد المحتار، ج ۵، ص ۵۷  
میں فرمایا ہے (غیر اللہ) کے سجدہ سے مطلقاً کافر ہو جائے گا، علامہ ابن حجر نے "الاعلام  
بقواطع الاسلام" میں فرمایا ہے بہت سے جاہل لوگ جو بزرگوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں  
یہ ہر حال میں قطعاً حرام ہے، خواہ سمت قبلہ کے لیے ہو یا کسی اور سمت میں اللہ کی نیت سے ہو یا نہ  
مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۲۷ھ نے حرمت سجدہ تحت کے بارے میں ایک کتابچہ کے اندر  
پچاس فقہی نصوص جمع کر دیے ہیں، کتابچہ کا نام "الزبدۃ الزکیۃ" ہے حضرت شیخ  
احمد بن عبد اللہ احمد مدنی مجدد الف ثانی متوفی ۱۲۷۷ھ نے اپنے ایک مکتوب میں جسے ایک ارادت مند  
کو (جب ان کو معلوم ہو کہ ان کے بعض ارادت مندان کو سجدہ تحت کہتے ہیں اور وہ اس سے ان کو سختی  
سے منع ہیں) لکھا میرے بھائی سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں جو آخری درجہ کی ذلت اور  
محتاجی اور کمال عجز و تواضع کو ظاہر کرتا ہے، اسی لیے ذلت و تواضع کی اس قسم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت  
کے لیے خاص کر دیا گیا ہے، غیر اللہ کے لیے اس کی قطعاً اجازت نہیں، مکتوب ۲۹۲ بنام  
محمد نعمان (مکتوبات مجدد الف ثانی ص ۷۰)

الْمُحِجَّةَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا ۖ  
 مَعَ اللَّهِ أَحَدًا وَأَنَّهُ لَمَّا  
 قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ  
 كَادُوا يَكُونُ عَلَيْهِ لِبَاءً  
 قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا  
 رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ  
 بِهِ أَحَدًا ۖ (سورہ الحج، آیت ۲۰)

ف :- یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ پاک دل سے اس کو پکارتا ہے تو بے وقوف لوگ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا یہ جس کو چاہے سودیوے جس سے جو چاہے چھین لے، سو اس بات کی امید کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں، سو اس بندے کو چاہئے کہ سچی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے، اور نفع و نقصان کی امید رکھنی اسی سے چاہئے، کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے، اور شرک اور شرک سے میں بیزار ہوں، سو جو کوئی یہ چاہے کہ یہ معاملہ مجھ سے کرے اور میں اس سے راضی ہوں یہ ہرگز ممکن نہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آداب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام چینا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ "وَإِذْ  
 فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ  
 رِجَالًا لَا أَمْلَئُ مِنْكُمْ  
 يَأْتِيَنَّ مِنْ كُلِّ فِجٍّ عَمِيقٍ  
 لِّتَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ حج میں  
 کہ خبر کر دے لوگوں میں حج کی کہ چلے  
 آویں گے تیرے پاس پیاد اور دُبیے  
 دُبیے اونٹوں پر کہ چلے آتے ہیں دُور  
 دور کے رستے سے کہ آپہنچیں اپنے



وَبِذْكُرِ اسْمِ اللَّهِ  
فَإِنَّ دُونََ كَلِمَةٍ فِي لُحْنِ  
فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى  
نَامِ كَثِيرٍ مِّنْ دُنُونٍ فِي اسْمِ  
مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَيْمَاتٍ  
دِيَا هِيَ اسْمُ نَارِ كَوْمَاثِي  
الَّذِينَ كَانُوا فِيهَا  
مِثْلَ سَمِ الْبَاسِ الْفَقِيرِ  
وَالطَّيْعِ الْفَقِيرِ  
لِيَقْضُوا الْفَتْنَةَ وَلِيُفْقُوا الْبُذْنَ  
بِدَالِ مَتَاجِ كَوْمَاثِي  
مِثْلَ كَلِمَةٍ فِي لُحْنِ  
وَيُطَوُّوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ  
مِثْلَ كَلِمَةٍ فِي لُحْنِ  
(الْعَج، آيَات ۲۸-۲۹)

ف۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے بعض بعض مکان ٹھہرائے ہیں، جیسے  
کعبہ اور عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور ساری مسجد الحرام  
بلکہ سارا کلمہ معظمہ بلکہ سارا حرم، اور لوگوں کے دل میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا ہے کہ  
ہر طرف سے خواہ سوار خواہ پیادہ دور دور سے قصد کرتے ہیں اور رنج اور تکلیف سفر کی  
اتھلا کے میلے کھینے ہو کر وہاں پہنچتے ہیں اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں،  
اور اپنی منتیں ادا کرتے ہیں، اور اس کا طواف کرتے ہیں، اور اپنے مالک کی تعظیم جو دل  
میں بھر رہی ہے وہاں جا کر خوب نکالتے ہیں، کوئی چوکھٹ چومتا ہے، کوئی دروازے  
کے سامنے دعا کر رہا ہے، کوئی غلاف پکڑے ہوئے التجا کر رہا ہے، کوئی اس کے  
پاس اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر رات دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے، کوئی ادب سے  
کھڑا اس کو دیکھ رہا ہے، غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے کرتے ہیں اور اللہ ان  
سے راضی ہے اور ان کو دین و دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، سو اس قسم کے کام کسی اور کی

ہندوستان اور ایران میں بہت سے جاہل اور غلو پسند لوگ اولیاء اللہ کی (بقیہ صفحہ ۸۵)

لہ

تعلیم کے لیے نہ کیا چاہتے اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر اور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر، وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، اور قسمی قسم کے کام کرنے، اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھتی یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہئے کیونکہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "أَوْ فَرَّأَ اللَّهُ تَعَالَى لِي سَوَاءٌ أَعْبَدَ أَوْ لَا أَعْبُدُ" (سورۃ النعام آیت ۱۷)  
گناہ کی چیز کہ مشہور کی گئی ہو اللہ کے  
سوا اور کی کر کے۔

**ف۔** یعنی جیسے سور اور لہو اور مردار ناپاک و حرام ہے، ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک اور حرام ہے کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کا ٹھہرایا۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) قبروں اور مزارات کے لیے شدہ حال کرتے ہیں اور ایسے آداب و لوازم اور احکام کو ضروری قرار دیتے ہیں جو حج کے آداب و احکام اور اس کے لوازم کے برابر ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات خشوع اور احتیاط و اتہام میں اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

۱۔ صحیح مسلک کے فقہاء اور قابل اعتماد اور مستند علماء اسلام نے جن کا قول حجت سمجھا جاتا ہے اس عمل کو سختی سے حرام قرار دیا ہے اور ان میں اکثر کے نزدیک یہ جانور مردار اور غیر شرعی طریقہ پر ذبح کئے ہوئے جانور کا حکم رکھتا ہے، کتب تفسیر اور احکام القرآن نیز مذاہب اربعہ و دیگر مذاہب کی کتب فقہ میں "وَمَا أَهْلُ بَيْتِ لَيْلِي إِلَّا اللَّهُ" کی تفسیر میں اس کا حکم دیکھا جاسکتا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھہراتے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک، اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی تفسیر میں اس کے بارے میں بھرپور اور بہترین تحقیق پیش فرمائی ہے، وہاں دیکھا جاسکتا ہے، علماء نے ہر اس جانور کو جو غیر اللہ کے لیے تعظیم و تکریم کے طور پر ذبح کیا جائے شدت کے ساتھ غلط اور ممنوع قرار دیا ہے، حتیٰ کہ کسی بڑے حاکم و افسر کی آمد پر اس کی تعظیم و قربت کے خیال سے ذبح کئے جانے والے جانور تک کو حرام قرار دیا ہے (دُرِّ مختار، جلد ۵ ص ۱۹۶، بر حاشیہ رد المحتار) کسی حاکم یا اس طرح کی کسی اور عظیم شخصیت کی آمد پر کسی وجہ سے جانور ذبح کرنا حرام ہوگا، اس لیے کہ وہ بھی ذبح لغیر اللہ میں شامل ہے، مشائخ محققین اور علماء کبار اس بات پر متفق ہیں، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی اپنے ایک مکتوب میں جو اپنی معتقد ایک خاتون کو لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں، ”بہت سے جاہل لوگوں نے یہ معمول بنالیا ہے کہ وہ اللہ کے ولی نیک لوگوں اور اپنے بزرگوں کے لیے جانور نذر مانتے ہیں، ان جانوروں کو ان کی قبروں پر لے جاتے ہیں اور ذبح کرتے ہیں، فقہار سے منقول ہے کہ انہوں نے اس کو شرک میں شمار فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں وہ بہت سخت مسلک رکھتے ہیں، کھل کر اس کی شناعت بیان کی ہے اور اس قسم میں شامل فرمایا ہے جو کفار جنوں کی خوشی کی خاطر یا ان کی ناراضگی کے ڈر سے ذبح کیا کرتے ہیں“ (مکتوب نمبر ۴۱/۳۵)

لہٰذا ملاحظہ ہو شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تفسیر (ص ۱۵۷ مطبع محمدیہ) تفسیر آیت ”وَمَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ“ اس موضوع پر وہاں سیر حاصل بحث کی گئی ہے، ائمہ کے اقوال اور کبار مفسرین کی آراء نقل فرمائی گئی ہیں۔

مخلوق کا نام لیجئے جب حرام ہو، بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کرے گا وہ سید احمد کبیر کی ہے، یا یہ بکرا شیخ سلطو کا ہے، سو وہ حرام ہو جاتا ہے، پھر کوئی جانور ہو، مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے، ولی کا یا نبی کا، باپ کا، دادے کا، بھوت کا یا پری کا، وہ سب حرام ہے اور ناپاک اُنکے کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا صَالِحِي	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ یوسف
الْيَجْنِبْ أَرْيَابِي	میں کہ حضرت یوسفؑ نے قید خانہ میں،
مَتَفَرَّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ	اور قیدیوں سے کہا اے رفیقو! قید خانہ کے
الْوَحِيدُ الْقَهَّارُ	کیا کئی مالک جد جدید بہتر ہیں یا
مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ	اللہ ایک زبردست، نہیں مانتے ہو
إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِعْتُمُوهَا أَنْتُمْ	تم درے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ
وَأَبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ	ٹھہرائے ہیں تم نے اور تمہارے باپ
بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ لَكُمْ	دادوں نے، نہیں اتاری اللہ نے ان کی
إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ الْأَلْعَبُودُ	کچھ سند، نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے

۱۔ گمان غالب یہ ہے کہ ان سے مراد سید احمد زماخی (د ۵۷۸ھ) بانی طریقتہ زماعیہ ہیں۔  
 ۲۔ ایک خیالی شخصیت ہے جس کا کوئی وجود نہیں، اس کا اعتقاد عام طور پر عورتیں رکھتی ہیں جو اپنی ضرورت کے پورے ہو جانے یا نذر پوری کرنے کے لیے ذبح کرتی ہیں،  
 نور اللغات ج ۲، ص ۴۶۲، فرہنگ آصفیہ، ج ۳، ص ۱۹۸، میں تفصیل دی گئی  
 جاسکتی ہے۔

إِلَّا آيَاتُهُ ذَلِيلٌ الدَّيُّوتِ  
 الْقَيْسُ وَلَكِنْ بَسَّ الْكُتْرُ  
 النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
 (یوسف آیت ۳۰)

اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو، یہی ہے دین مضبوط مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ف۔ یعنی اول غلام کے حق میں کئی مالک ہونے بہت نقصان کرتا بلکہ ایک مالک زبردست چاہئے کہ سب مراد اس کی پوری کر دے اور سب کاروبار کے بنادے اور دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ سینہ پیر نا کسی کے اختیار میں ہے، اواز اگانا کسی اور کے، اور اولاد کوئی اور دیتا ہے، اور تندرستی کوئی اور، پھر آپ ہی ار کے نام ٹھہرا لیتے ہیں، فلاں نے کام کے مختار کا نام یہ، اور فلاں نے کایہ، پھر آپ ہی ان کو ملنے پیر اور ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے حالانکہ وہ سب حض اپنے غلط خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں، وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام، اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں، سوسب

۱۔ اکثر قوموں اور جماعتوں میں شرک و بت پرستی، جھوٹی اور من گھڑت باتوں سے اس طرح جڑی ہوئی ہے جیسے دونوں رضا می بھائی یا ایسے دوست ہوں جو ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے ہوں، یہ عقیدہ ہر شہر میں پھیل گیا ہے، اور شرک سے جڑ گیا ہے، انبیائے کرام کی تعلیمات اور ان کے صحیفوں سے ان کا رشتہ کٹ گیا ہے، بہت سے مزارات اور مقبرے ایسے ہیں جو محض خیالی شخصیتوں سے منسوب ہیں اور ان کے تعلق ایسی گڑھی ہوئی کہانیاں ہیں جن کا کہیں وجود نہیں ایسی جگہوں پر قبروں اور مزارات کا گڑھ لینا جن کے لیے تندر حال کیا جاتا ہے، ان کی زیارت کی جاتی ہے، دور دور سے لوگ وہاں جاتے ہیں، بہت بڑھ گیا ہے ان میں سے (بقدر اگلے صفحہ پر)

خیال ہی خیال ہے، اس نام کا کوئی شخص وہاں ممالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں، اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کار و بار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں، بلکہ محض اپنا خیال ہے ہو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا، اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں، بلکہ اللہ نے تو ایسے خیال باندھنے سے منع کیا ہے، اور وہ کون ہے کہ اس کے کہنے سے ان باتوں کا اعتبار ہووے یہی اصل دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلے اور کسی کا حکم اس کے مقابل میں برگزنا منے، لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں، پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی فخر سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے، سو اللہ کے حکم کے پہونچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے، سو جو کوئی کسی امام کے یا مجتہد کے، یا غوث و قطب کے، یا مولوی و مشائخ کے، یا باپ دادوں کے، یا کسی بادشاہ یا وزیر کے، یا پادری و پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے، اور آیت و

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) چند ہی صحیح ہیں، یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ اس نے شرک کو جھوٹ سے جوڑا، فرمایا: **فَلْيَتَّبِعُوا الرَّسُولَ أَذْنًا وَلْيَعِزُّوا** بتوں کی گندگی سے بچو، اور جھوٹ **قَوْلَ الرَّسُولِ** (الحج - ۳) بات سے بچو۔

لہ اس لیے کہ مقصود خدا اور رسول کی پیروی ہے، اور علماء مجتہدین، اور ائمہ مذاہب، اللہ اور رسول کی باتوں کے شارح ہیں، وہ وضاحت طلب باتوں کی تشریح کرتے ہیں، (بقیہ حاشیہ گئے نمبر پر)

حدیث کے مقابلہ میں پیرواستاد کے قول کی سند پکڑے، یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شریع انہیں کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات ان کی امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے، بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے، پھر جو کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانئے اور جو موافق نہ ہو تو نہ مانئے،

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ  
مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَرَّ آدَبُ تَيْمَنَلَّ لَهُ الْيَتِيمُ  
مشکوٰۃ کے باب القیام میں لکھا ہے کہ  
ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا معاویہ نے  
کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ جس شخص کو خوش  
آئے کہ تصویر کی طرح کھڑے رہیں

(لفظ حاشیہ گذشتہ کا) آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والی باتوں کو قریب الفہم بنا دیتے ہیں، صحیح اور ضعیف کا فرق واضح کرتے ہیں، ناسخ اور منسوخ کو بتاتے ہیں، مجمل و مفصل کی تشریح فرماتے ہیں، یہ حضرات ان لوگوں کے لیے مسائل مستنبط کرتے ہیں جن میں اجتہاد و ترجیح اور تنقید و تنقیح کے شرائط نہیں پائے جاتے، یا ایسے لوگوں کے لیے جو زمانہ وحی و نبوت سے بہت بعد میں آئے اور وہ بحث و تحقیق کی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتے، تو جس نے ان حضرات کے اقوال کو ایک شارح اور معلم کی حیثیت سے اپنا یا، یا فن کے اندر صاحب کمال ہونے کی وجہ سے ان کی بات کو قابل عمل ٹھہرایا تو اس میں حرج نہیں، اس لیے کہ ایک عام آدمی کو اجتہاد و تحقیق کا مکلف بنانا تکلیف والا بظاہر ہے لیکن جو شخص کسی مجتہد کے قول کو شرعی نصوص پر محض خواہش انسانی یا تعصب و محبت جاہلیت کی بنا پر ترجیح دے تو وہ اپنی خواہش کا پیرو ہو گا نہ کہ مسلمانوں کے طریقہ کا۔

قِيَامًا فَلْيَسْتَوُوا مَقْعَدَهُ  
لوگ اس کے روبرو سوٹھرا لیوسے  
مِنَ النَّارِ، وہ اپنا ٹھکانا آگ میں۔

ف :- یعنی جو شخص چاہے کہ اس کے روبرو لوگ ہاتھ باندھ کر ادب سے  
کھڑے رہیں، نہ ہلیں نہ جھلیں نہ بولیں نہ ادھر ادھر دیکھیں بلکہ تصویر کی طرح بن جاویں، سو  
وہ شخص دوزخی ہے، کیونکہ وہ شخص خدا کی دعویٰ رکھتا ہے جو تعظیم کر اللہ کی خاص ہے کہ  
اس کے بندے اس کے روبرو نماز میں ہاتھ باندھ کے ادب سے کھڑے ہوتے ہیں، وہی اپنے  
لیے چاہتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے  
کھڑے رہنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائے ہیں، سواور  
کسی کے لیے نہ کیا چاہتے،

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ  
ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُوا  
السَّاعَةَ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ  
مِنْ أُمَّتِي بِالْمَشْرِكِ أَيْ وَحَقِّ  
تَعْبُدُ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ  
ترمذی نے ذکر کیا ثوبان سے، انہیں  
آنے کی قیامت، یہاں تک کہ کل جاویں  
کتنی قومیں میری امت میں مشرکین  
میں، اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں کئی  
قومیں میری امت میں سے تھانوں کو،

ف :- یعنی شرک دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ کسی کے نام کی صورت بنا کر  
پوجے، اس کو عربی زبان میں صنم کہتے ہیں، اور دوسرے یہ کہ کسی تھان کو مانے یعنی کسی مکان  
کو، یا درخت کو، یا کسی پتھر کو، یا لکڑی کو، یا کاغذ کو، کسی کے نام کا ٹھہرا کر پوجے، اس کو  
زبان عربی میں وثن کہتے ہیں، اس میں داخل ہے قبر اور کسی کا چہرہ اور لحد، اور کسی کے نام

لہ شاید مصنف نے یہ بات بعض ائمہ لغت کے اس قول کی بنیاد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

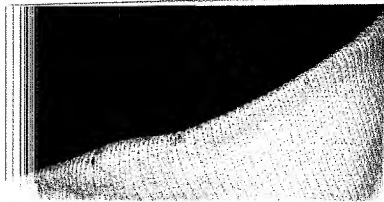


کی چھڑی، اور تعزیر اور عظم، اور شدہ، اور امام قاسم کی اور پیر دستگیر کی، مہندگی اور امام کاچو ترہ، اور استاد پیروں کے بیٹھنے کی جگہ، کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) پر کسی ہے کہ منم وہ ہے جو انسانی شکل میں بنایا گیا ہو، اور دشمن وہ ہے جو اس کے علاوہ شکل کا ہو، زبیدی نے تاج العروس میں شرح دلائل (ج ۸، ص ۳۲۷) سے یہی نقل کیا ہے، ابن منظور نے لسان العرب میں (ج ۵ ص ۲۴۱) عفریہ جنت نقل کیا ہے اسے اس کی تائید ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جن معبودوں کی صورت نہ بنائی ہو وہ اوثان میں ہیں، اور جن کی صورت بنائی ہو وہ اصنام میں ہیں ان دونوں کی تفسیر اور دونوں میں فرق کے اندر علماء لغت کے اقوال مختلف ہیں، بعض علمائے لغت نے اس کے برعکس کہا ہے، بعض نے دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، دونوں کا اطلاق ایک دوسرے کے معنی پر کیا ہے، آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کے تتبع اور کلام عرب سے پہلے قول کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے، مولف نے اسی کو صحیح سمجھا ہے، واللہ اعلم، لہ ہندوستان میں اس کو تعزیر کہا جاتا ہے، اور اس کو جلوس کی شکل میں کندھوں پر لے جایا جاتا ہے، اس پر حضرت حسین کے مرثیہ و ماتم میں غمناک اشعار پڑھے جاتے ہیں، اور وہ اشعار پڑھے جاتے ہیں جو ظلم و ستم دلی کی داستان بیان کرتے ہیں۔

لہ ہندوستان و عراق میں شیعہ محرم میں بہت سے جھنڈے اٹھاتے ہیں، اس سے مقصود ان جھنڈوں کی نقل و تشبہ ہوتا ہے جو میدان کربلا میں سیدنا حسینؑ کے ساتھی، افراد خاندان، اور ان کے ساتھ لڑنے والے اٹھائے ہوئے تھے، ان کے اور عبید اللہ بن زیاد کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

لہ اردو میں (اشدہ) (شدہ) کہا جاتا ہے، یہ ایک جھنڈا ہوتا ہے جو محرم کے زمانہ میں کاغذی قبروں کے ساتھ نکالا جاتا ہے اور اس کو گھمایا جاتا ہے، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



اور وہاں جاکر مذہب چڑھاتے ہیں اور متیں ملتے ہیں، اور اسی طرح شہید کے نام کا طاق، اور نشان، اور توپ، جس کو بکرا چڑھاتے ہیں، اور اس کی قسم کھاتے ہیں، اور اسی طرح بعضے مکان مرقوموں کے نام سے مشہور کرتے ہیں، جیسے سیلا کا تھان، یا مسانی کا، یا بیھوانی کا، یا کالی کا، یا کالکا کا، یا براہی کا، غرض کہ یہ سب دشمن ہیں، سو بغیر خدا نے خبر دی ہے کہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) اس کی اصل یہ ہے کہ چاندی کا دستہ ہوتا ہے جس کو ایک لکڑی میں باندھ کر اس پر سرخ اور ہر رنگ کا کپڑا باندھ دیا جاتا ہے، یہ لفظ شتریش سے نہ ہے یعنی باندھنا، ملاحظہ ہو نور اللغات، ج ۲ ص ۲۴، اور فرہنگ آصفیہ، ج ۲ ص ۱۰۰۔

۱۵ امامیہ طبقہ کے شیعہ کاغذ کی ایک چوکور رنگین شکل بناتے ہیں، اور اس کے چاروں طرف سرخ اور ہری شمعیں جلاتے ہیں، اس کو مہندی کہتے ہیں، اس کو وہ اس گھر میں رکھ دیتے ہیں، جس میں کاغذی قبریں رکھتے ہیں (نور اللغات، ج ۲ ص ۲۸۴) اور امام قاسم سے مراد قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں، اپنے برادر معظم حضرت حسن کی وصیت کے مطابق حضرت حسینؑ نے کر بلا میں ان سے اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی، شیعہ اور ان کے مقلدین کے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے چچا کے ساتھ ۱۴ سال کی عمر میں شہید کئے گئے، مہندی خوشی و زینت کی علامت ہے شادیوں میں اس کا ہدیہ دیا جاتا ہے دلہن اپنے دونوں ہاتھوں میں مہندی لگاتی ہے۔

۱۶ اس جگہ مولف نے ان معبودوں کے کچھ نام گنائے ہیں جو محض خیالی اور من گھڑت ہیں، جن کے بارے میں ہندوستان میں برہمنوں اور بت پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان دیوتاؤں کا بعض وباؤں اور بیماریوں سے خصوصی تعلق ہے، لہذا ان کے ذریعہ ان بیماریوں سے بچنا یا شفا یابی کے لیے ان سے درخواست کی جاتی ہے۔

مسلمان جو قیامت کے نزدیک مشرک ہو جائیں گے ان کا شرک اسی قسم کا ہو گا اگر ایسے چیزوں کو مانیں گے برخلاف اور مشرکوں کے، کہ جیسے ہندو یا مشرکین عرب کہ اکثر صنم پرست ہیں، یعنی مورتوں کو مانتے ہیں سو دونوں مشرک ہیں، اللہ سے پھرے ہوئے رسول کے دشمن،

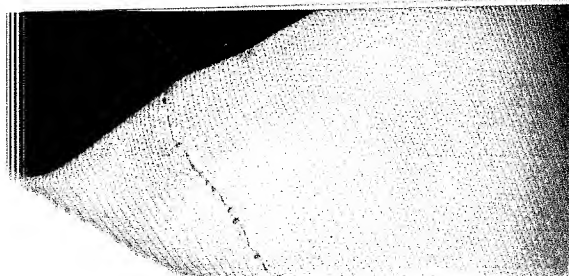
أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي  
الْطُّفَيْلِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ أَخْرَجَ صَحِيفَةً  
فِيهَا لَعَنَ الْأَشْهُ  
مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ  
اللَّهِ -

مشکوٰۃ کے کتاب الصيد والذبايح  
میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ  
ابن الطفیل نے نقل کیا کہ حضرت علیؑ  
نے ایک کتاب نکالی اس میں یوں  
لکھا تھا کہ لعنت کری اللہ نے اُس  
شخص کو کہ ذبح کرے واسطے غیر اللہ

کے،

**ف :-** یعنی جو کوئی اللہ کے سوائے کسی اور کے نام کا کوئی جانور کرے سو وہ ملعون ہے، حضرت علیؑ نے ایک کتاب میں کئی حدیثیں پیغمبر خدا کی لکھی تھیں جو ان ہی میں سے یہ بھی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے نام کا جانور کرنا یہ بھی ان ہی کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے خاص اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائے ہیں

۱۔ ہر صاحب عقل یہ سمجھتا ہے کہ اس میں ہمان نوازی، مہمان کے کلام اور دعوتوں میں جو جانور ذبح ہوتے ہیں وہ شامل نہیں، اس میں وہ شامل ہوں گے جو دینی اعتقاد کے طور پر حصول قرب کے لیے ذبح کئے جائیں، عبادت و تقرب کے خیال سے حصول نفع اور نقصان پہنچنے کے لیے ذبح کئے جائیں فقر کی کتابوں میں ذبح بغیر اللہ کے مسائل اور اس گوشت کی حرمت تفصیل سے مذکور ہے۔



اسی کے نام پر کرنا چاہئے اور کسی کے نام پر کرنا شرک ہے۔

اَخْرَجَ مُلِمٌ عَنْ  
عَالِيَةً قَالَتْ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ  
الْأَيْلُ وَالنَّهَارُ مَحْتًا  
يُعْبَدُ الْأَلَاتُ وَالْعُرَى  
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ  
كُنْتُ لَا ظُرَّ حَيْرَةٍ أَنْزَلَ  
اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ  
رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ  
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ  
كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ  
أَنْ ذَلِكَ تَأْمَنًا قَالَ  
إِنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذَلِكَ  
مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يَبْعَثُ  
اللَّهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتُوقَى  
كُلُّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَقَالَةٌ  
مِنْ خَرَدٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيَقِي مَنْ  
لَا خَيْرَ فِيهِ فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ

مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعة الا  
على شرار الناس میں لکھا ہے کہ مسلم  
نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت عائشہ  
نے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
فرماتے تھے کہ نہیں تمام ہوئے گا  
رات اور دن، یعنی قیامت نہ آئے گی  
یہاں تک کہ پرمیں لات و عری کو،  
سو کہا میں نے یا پیغمبر خدا بے شک  
میں جانتی تھی جب اتاری تھی اللہ  
نے یہ آیت ہو اللہ ہی ارسلا  
رسولہ بالہدی و دین  
الحق لیظہرہ علی الدین  
کلبہ و لو کرہ المشرکون  
ان ذلک تأمنًا قال  
انہ سیکون من ذلک  
ما شاء اللہ ثم یبعث  
اللہ ریحًا طیبہ فتوقی  
کل من کان فی قلبہ  
مقالۃ من خرد من ایمان  
فیقی من لا خیر فیہ  
فیرجعون الی دین آبائہم

مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعة الا  
على شرار الناس میں لکھا ہے کہ مسلم  
نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت عائشہ  
نے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
فرماتے تھے کہ نہیں تمام ہوئے گا  
رات اور دن، یعنی قیامت نہ آئے گی  
یہاں تک کہ پرمیں لات و عری کو،  
سو کہا میں نے یا پیغمبر خدا بے شک  
میں جانتی تھی جب اتاری تھی اللہ  
نے یہ آیت ہو اللہ ہی ارسلا  
رسولہ بالہدی و دین  
الحق لیظہرہ علی الدین  
کلبہ و لو کرہ المشرکون  
ان ذلک تأمنًا قال  
انہ سیکون من ذلک  
ما شاء اللہ ثم یبعث  
اللہ ریحًا طیبہ فتوقی  
کل من کان فی قلبہ  
مقالۃ من خرد من ایمان  
فیقی من لا خیر فیہ  
فیرجعون الی دین آبائہم

سوجان نکالے گی جس کے دل میں  
ایک رائی کے دانہ بھرا ایمان ہو گا سو  
رو جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ  
بھلائی نہیں، سو پھر جاویں گے اپنے  
باپ دادوں کے دین پر،

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورہ برات میں کہ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے  
 ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا  
 ہی برامائیں، سو حضرت عائشہؓ نے اس آیت سے سمجھا کر اس سے کچھ دین کا روز  
 قیامت تک رہے گا، سو حضرت نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہو گا جب تک اللہ چاہے گا  
 پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا  
 بھی ایمان ہو گا مر جاویں گے، اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں،  
 یعنی اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند  
 پکڑنے لگیں گے، سو اسی طرح سے شرک میں پڑ جاویں گے، کیونکہ اکثر پرانے باپ  
 دادے جاہل مشرک گذرے ہیں جو کوئی ان کی راہ و رسم کی سند پکڑے آپ ہی مشرک  
 ہو جاوے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا، سو  
 پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، یعنی مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی امام و شہیدوں کے  
 ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، اور کافروں کے  
 بتوں کو بھی مانتے ہیں، اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں، جیسا برہمن سے پوچھنا، شگون لینا،  
 ساعت ماننا، سیٹلا مسانی پوجنا، مہنومان تو ناچماری، کلو ایر کی دہائی دینی، دیو الی کا تہوار

لہ اس موقع پر مصنفؒ نے ان ہندوستانی معبودوں اور دیوتاؤں کا ذکر کیا ہے، جس کے  
 بارے میں ہندوستان کے اہل شرک اور بت پرستوں کا اعتقاد ہے کہ وہ دنیا میں تصرف (یعنی اپنا  
 حکم چلانے کی قوت رکھتے ہیں) اور بعض پھیلی ہوئی بیماریوں سے ان کا توی تعلق ہے۔  
 لہ جس میں ہندوستان کے ہندو اپنے گھروں میں رشتی کرتے ہیں۔ (فقہ حاشیہ ص ۱۶۲)

کرنا، نور و زمہر جان کی خوشی کرنی، قمر و عقرب تحت الشعاع کا اعتبار کرنا، کہ یہ سب سمیں ہنود و مجوس کی ہیں کہ مسلمانوں میں رواج پاگئی ہیں، اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کی راہ اسی طرح کھلے گی کہ قرآن و حدیث چھوڑ کر باپ دادوں کی رسموں کے پیچھے پڑیں گے،

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ	مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعة الا
بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ	علی ثرار الناس میں لکھا ہے کہ مسلم
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمر نے نقل کیا کہ
يَخْرُجُ الدَّجَالُ فَيُعْتَبِ اللَّهُ	پیغمبر خدا نے فرمایا کہ کھلے گا دجال، سو
عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيُطْلَبُ	بھیجے گا اللہ عیسیٰ بیٹے مریم کو سو وہ
فِيهِ لَكُمُ شَمْسُ يَرْسُلُ اللَّهُ	دھونڈے گا، اس کو پھر تباہ کر دے گا
رَبِّهَا بَارِدَةٌ مِنْ قَبْلِ الشَّامِ	اس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک بار دھونڈی
وَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ	شام کی طرف سے سوز باقی رہے گا
لَحْدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ	زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر
ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ أَيْمَانٍ إِلَّا قُبِضَتْ	ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو،
فَيُتْرَكُ شِرَارُ النَّاسِ فِي	بھر باقی رہ جاویں گے برے بڑوں کو
خِفَةِ الطَّيْرِ وَالْخِلَامِ السَّبَاحِ	بیوقوفی میں، جیسے جانور پرندہ اور بھاڑ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) چواغ اور شمعیں جلاتے ہیں اور آتشیں کھیل کھیلے ہیں، طرح طرح کی مٹھائیاں بناتے ہیں اس کے تحائف بھیجتے ہیں، اور اس کے ذریعہ مال و خوشن بختی کے دیونا کا تقرب حاصل کرتے ہیں جن کا نام انہوں نے لچھی دیوی رکھا ہے۔

لَا يَغْرِفُونَ مَغْرُوفًا  
وَلَا يَسْكُرُونَ مَكْرًا فَيَتَنَبَّلُوا  
لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ أَلَا  
تَسْتَحْيُونَ فَيَقُولُونَ مَاذَا  
تَأْمُرُنَا فَيَأْمُرُهُمْ  
بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَهُمْ  
فِي ذَلِكُمْ دَائِرٌ رَزَقَهُمُ  
حَسَنٌ عَاشِرُهُمْ

کھانے کی فکر میں نہ اچھی سمجھتے ہیں کسی  
اچھی بات کو، نہ بری سمجھتے ہیں کسی بری  
بات کو، پھر ہمیں بدل کر اُسے گان کے  
پاس شیطان، سو کہے گا کیا تم کو شرم  
نہیں آتی، سو کہیں گے تو کیا بتاتا ہے  
ہم کو، سو بتادے گا ان کو پوجنا تھا انوں  
کا، اور ان کی اسمیں چلی آوے گی روزی،  
ابھی طرح گذرے گی زندگی،

ف۔ یعنی آخر زمانہ میں ایمان دار لوگ مر جاویں گے اور محض یہ وقت  
لوگ رہ جاویں گے کہ رات دن پرلے مال کھا جانے کی فکر میں ہیں نہ بھلا سمجھیں نہ بڑا، پھر  
شیطان بتادے گا کہ محض بے دین ہو جانا بڑے شرم کی بات ہے، سو دین کا شوق ہوگا، مگر  
اللہ و رسول کے کلام پر نہ چلیں گے، بلکہ اپنی عقل سے دین کی راہیں نکالیں گے، سو شرک میں  
پڑ جاویں گے اور اس حالت میں بھی ان کو روزی کی کشائش اور زندگی کا آرام مل جاوے گا۔  
وہ اس سبب سے اور زیادہ شرک میں پڑیں گے کہ جوں جوں ہم ان کو مانتے ہیں دوں دوں  
مرادیں ملتی ہیں، سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہئے کہ بعضے وقت بندہ شرک میں پڑا ہوتا ہے اور  
اس کے غیر سے مرادیں مانگیں ہیں، اور اللہ اس کی بھلائی کو اس کی مرادیں پوری کرتا ہے،  
اور یوں سمجھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں سو مراد ملنے نہ ملنے کا اعتبار نہ کیجئے اور سچا دین تو حید  
کا اس لیے نہ چھوڑ دیجئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جاوے  
اور محض بے حیا ہی بن جاوے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی

برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کو ماننے سے  
بہتر ہے، کیونکہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ بات سکھاتا ہے،

أَخْرَجَ التَّيْهَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُوا السَّاعَةَ  
حَتَّى تَنْظُرُوا آيَاتَ  
نِسَاءٍ دُفِئَ حَوْلَ  
ذِي الْخُلَاصَةِ ۝

مشکوٰۃ کے باب الاقوام الساعۃ  
الا علی شرا اناس میں لکھا ہے کہ بخاری  
اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہؓ  
نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہیں آنے  
کی قیامت یہاں تک کہ عیسٰی سرین  
دوس کی عورتوں کے گرد ذی الخلعہ کے

و ف۔ دوس نام ہے عرب کی ایک قوم کا ان میں ایک بت تھا جس کا نام  
ذی خلعہ تھا، وہ پیغمبر خدا کے وقت میں برباد ہو گیا تھا، مگر فرمایا کہ قیامت کے نزدیک  
اس کو پھر لوگ ملنے لگیں گے اور عورتیں اس کے گرد طواف کریں گی، سو ان کے سرین  
ہلتے آپ کو نظر آئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے گھر کے سوائے اور کسی کا طواف  
کرنا شرک کی بات ہے اور کافروں کی رسم ہے یہ ہرگز نہ کیا چاہئے۔

۱۔ تبار میں ایک بت تھا جس کو قبیلہ دوس کے لوگ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے،  
اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے فرمایا آیات کے معنی جسم کے نیچے کا پچھلا حصہ، مراد یہ  
ہے کہ اس بت (خلعہ) کے گرد طواف کریں گے، یعنی کفر کریں گے اور پھر بتوں کی تعظیم و عبادت  
میں لگ جائیں گے، تبارین میں ایک مقام کا نام ہے، اور ذی الخلعہ دوس میں ایک بت کا  
نام ہے۔



## الفصل الخامس

فِي كَرِّ الشَّرَائِعِ فِي الْعَادَاتِ،  
فصل پانچویں اشراک فی العادات کی برائی کے بیان میں،

**ف :-** یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا مذکور ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے دنیا کے کاموں میں جیسا معاملہ اللہ سے رکھتا ہے کہ اس کی تعظیم طرح طرح سے کرتا رہتا ہے ویسا ہی معاملہ اور کسی سے نہ کرے،

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۃ نسا
"إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا	میں کہ نہیں پکارتے درے اللہ کے
إِسْتَاثًا وَانِ يَدْعُونَ	مگر عورتوں کو، اور نہیں پکارتے ہیں
إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا لَعَنَهُ اللَّهُ	مگر شیطان سرکش کو، کہ لعنت کی اس
وَقَالَ لَا تَتَّخِذْ مِنْ	کو اللہ نے اور اس نے کہا کہ بے شک
عِبَادِي لَيْسَ بِنُفَرُونَ	میں انگ نکال لوں گا تیرے بندوں میں

۱۔ اس فصل میں وہ آیات و احادیث نقل ہوں گی جو یہ بتاتی ہیں کہ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی عادات اور نیادی کاموں میں غیر اللہ کی تعظیم اس انداز سے کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہے،



وَلَا ضِلَّ لَهُمْ وَلَا غِشَّتْ لَهُمْ وَلَا مِزْجٌ لَهُمْ فليتنبأ  
آذَاتُ الْأَعْمَامِ وَلَا مِرَّةٌ لَهُمْ فَلْيُغَيِّرْ خَلْقَ الْإِنسَانِ  
مِنْ دُونِ الْإِنسَانِ لِيُذْخِرَ خِرَانًا مُبِينًا وَلِيُعَذِّبَهُمْ  
وَلِيُنْصِفَهُمْ وَمَا يُعَذِّبُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا أَنْ يَأْمُرَهُ  
مَآرُفُهُمْ جَهَنَّمُ لَا يَجِدُ عَنْهَا مَحِيصًا (النار: ۱۸-۲۰)

ایک حصہ، بے شک بے راہ کروں گا  
اور خیالات میں ڈالوں گا ان کو سو  
کاٹیں گے جانوروں کے کان اور بیشک  
سکھاؤں گا میں ان کو سوبدل ڈالیں گے  
صورت بنائی ہوئی الشکی، اور جس  
مٹھرا یا شیطان کو حمایتی الشکر کو چھوڑ  
کر، سوبے شک مرتع ٹوٹے میں پڑا،  
جو وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو  
محض دغا ہے، ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ  
ہے، اور نہ پاویں گے اس سے  
چھٹکارا،

ف۔ یعنی اللہ کے سوائے جو اور لوگوں کو پکارتے ہیں سوائے خیال میں

۱۔ قرآن کریم کی یہ آیت معجزات قرآن کریم میں سے ہے، مشرک قوموں کی بت برستی جیسے یونانیوں  
ہندوؤں کی دیوالا ہے وہ زیادہ تر موت خداؤں اور عورتوں ہی کے طبقے سے تعلق رکھتی ہے ان کی  
دل چسپی اور دارنتگی عورتوں ہی سے ہے، اور انہیں کے سامنے جھکتے ہیں، مذکر معبودوں سے  
ان کا شغف و تعلق بہت کمزور ہے، اکثر عبادت گاہیں (یعنی مندر) انہیں موت معبودوں کے  
نام سے بنے ہیں، فلسفہ علم الالہیات میں بھی انہیں کا ذکر و ذکر نہ رہتا ہے، اس کی تصدیق ہر وہ شخص  
کرے گا جس نے یونانی فلسفہ اور ہندوستانی میتھابوچی کی تاریخ پڑھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ  
نے بالکل سچ فرمایا ہے، اِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ اِلٰهًا اَنَّا لَا

عورتوں کا تصور باندھتے ہیں، پھر کوئی حضرت بی بی کا نام ٹھہرا لیتا ہے، کوئی بی بی اسے  
 کوئی بی بی آؤلی، کوئی لال پری، کوئی سیاہ پری، کوئی سیٹلا اور مسانی وکالی، غرض ایسے  
 ہی خیالات باندھتے ہیں اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے نہ کوئی مرد، محض اپنے  
 خیال ہے اور شیطان کا وسوسا اور یہ جو کبھی سر پر چڑھ کر بولتا ہے اور کبھی کوئی کرشمہ  
 دکھا دیتا ہے سو وہ شیطان ہے، سو سب ان کی نذر و نیازیں اسی کو پہنچتی ہیں،  
 سو اپنے خیال میں تو عورتوں کو دیتے ہیں اور حقیقت میں شیطان لے لیتا ہے، اور  
 ان کو اس سے کچھ فائدہ نہیں، نہ دین کا نہ دنیا کا، کیونکہ شیطان اللہ کی درگاہ سے راندہ  
 ہوا ہے، سو اس سے دین کا تو کیا فائدہ ہوتا ہے اور انسان کا دشمن اس کا کب بھلا  
 چاہے، بلکہ وہ تو اللہ کے رد برو کہہ چکا ہے کہ بہت سارے تیرے بندوں کو اپنا بندہ  
 بناؤں گا اور ان کو گمراہ کروں گا، کہ اپنے خیالات کو مانیں گے، اور جانور میرے نام کے  
 ٹھہرا دیں گے، اور ان پر میری نیاز کا نشان کریں گے، جیسے جانور کا کان چیرنا، یا کان کا ٹٹا،  
 یا اس کے گلے میں ناٹا ڈالنا، ماتھے پر مہندی لگانا، منہ پر سہرا باندھنا، منہ کے اندر پیسہ  
 رکھنا، غرض کہ جو کچھ جانور پر نشان کر دیجئے اس بات کا کہ یہ فلانے کی نیاز ہے وہ سب  
 اسی میں داخل ہے، اور یہ بھی شیطان نے کہا ہے کہ ان کو میں سکھاؤں گا کہ اللہ کی صورت

۱۔ مشہور ہے کہ فرعون کی بیوی ہیں جن کے ایمان و استقامت کا قرآن کریم میں تذکرہ ہے،  
 انہوں نے اپنے عقیدہ توحید کی پاداش میں بڑی تکلیفیں جھیلیں، ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر سورہ تحریم)  
 ۲۔ مؤلف نے اس موقع پر بہت سے ہندوستانی نام لکھے ہیں ان کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوتا،  
 ان ناموں نے ہندوستانی دیوالا (میٹھا بوجی) میں بڑی جگہ گھیر رکھی ہے اور ہندوستان میں بہت  
 سے لوگوں کی عفتوں پر چھلے ہیں۔

۳۔ جانوروں اور چوپایوں کے ساتھ یہ ہندوستان کے شرکین کی عادتیں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم،

بنائی ہوئی بلیں گے، یعنی جیسی اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی صورت بنا دی ہے، اس کو بدل  
 ڈالیں گے، کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھے گا، کوئی کسی کے نام پر ناک کان چھیدے گا،  
 کوئی دازمی منڈا کر خوبصورتی دکھا دے گا، کوئی چارابرو کی صفائی دے کر فقیری تباہیگا  
 یہ سب شیطان کے دسواں ہیں اور اللہ و رسول کے خلاف، سو جس نے اللہ سے کریم کو  
 چھوڑ کر شیطان سے دشمن کی راہ پکڑی سو صریح غبن کھایا، کیونکہ شیطان اول تو دشمن، دوسرے  
 سوائے دسواں ڈالنے کے کچھ قدرت بھی نہیں رکھتا، سو وہ یہی کرتا ہے کہ کچھ دے دے جھوٹے  
 دیتا ہے کہ فلاں کو مانو گے تو یہ ہوگا اور فلاں کو مانو گے یوں ہوگا، اور دور دور کی آرزوئیں  
 جتا تا ہے کہ اتنے روپیے ہو دیں تو ایسا باغ بنے اور محل تیار ہو، سو وہ ہاتھ نہیں لگتے  
 سو آدمی گھبرا کر اللہ کی راہ بھول جاتا ہے، اور وہ کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور ہوتا ہی ہے  
 جو اللہ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے، یہ کسی کے ماننے نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ یہ سب  
 شیطان کا دسواں ہے اور اس کی دغا بازی اور خرابی انجام ان باتوں کا یہی ہے کہ آدمی اللہ سے  
 پھر جاتا ہے اور شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے، اور اصل دوزخی بن جاتا ہے اور ایسا شیطان  
 کے جال میں پھنس جاتا ہے کہ بہتیرا ہی چاہے کہ چھوٹے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى جُؤ  
 الَّذِي خَلَقْتُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
 وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ  
 إِلَيْهَا فَلَمَّا تَشَاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا  
 خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ  
 فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهَ  
 اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف  
 میں کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے پیدا کیا تم  
 کو ایک جان سے اور بنایا اسکی جوڑا  
 اس کا کہ حبین پاوے اس سے، پھر جب  
 اس نے ڈھانپ لیا اس کو پیٹ رہا  
 اس کو ہلکا سا، پھر گندگئی اسی طرح، پھر

وَبَيْنَهُمَا الذِّبْنَ اَتَيْتَ  
 حَلَالًا لِّتَكُونَتْ مِنْ  
 الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا اَتَاهُمَا  
 صَلَاحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا  
 اَتَاهُمَا فَتَعَالَى  
 اللّٰهُ عَمَّا  
 يُشْرِكُوْنَ

جب بوجھل ہوئی تو پکارنے لگے اپنے  
 مالک اللہ کو کہ جو بخش دے تو ہم  
 کو اچھا بچہ تو بے شک ہم ہو دیں حق  
 ماننے والے، پھر جب اس نے  
 دیا ان کو اچھا بچہ ٹھہرانے لگے اس کے  
 شریک اسی چیز میں کہ اس نے دیا ان  
 کو، سو بہت دودھے اندران کے  
 شریک بنائے، (سورۃ اعراف، آیت ۱۸۹-۱۹۰)

**ف۔** یعنی اول بھی انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی سے جو رو بھی دی  
 اور خداوند جو رو میں الفت دی، اور جب اولاد کی امید ہوتی ہے تو اس کو پکارتے ہیں، اور  
 وعدہ کرتے ہیں جو اولاد اچھی بھی ہو ورنہ تو اللہ کا بہت حق مانیں، پھر جب وہ اولاد بخشا  
 ہے تو اور دل کو ماننے لگتے ہیں، اور ان کی نذر و نیازیں کرتے ہیں، کوئی کسی کی قبر پر  
 لے جاتا ہے، کوئی کسی کے تقیان پر، کوئی کسی کے چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے بدھی  
 پہناتا ہے، کوئی کسی کے بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کا فقیر بناتا ہے، کوئی نام رکھتا ہے  
 نبی بخش، علی بخش، کوئی پیر بخش، کوئی سید بخش، کوئی گنگا بخش، سو اللہ تو کچھ ان

سے یہ ایک ہندوستانی دیوی (منوت خدا) کا نام ہے، اس کے پوجنے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ چھپک  
 کے مرض کی مالک ہے، انسان اس دیوی کے منشا سے اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے اسی کی مرضی سے اس  
 سے شفا یاب ہوتا ہے کبھی اس لفظ کا اطلاق نفس چھپک کی بیماری پر ہوتا ہے، ملاحظہ ہو۔

کی تدریجاً کی پروا نہیں رکھتا، وہ تو بہت بڑا بے پروا ہے، مگر وہ آپ ہی مسرور ہو جاتے ہیں،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَجَعَلُوا  
لِشَيْءٍ مِّنْ أَزْوَاجِ الْخَلْقِ  
وَاللَّغْوِ لَعْنًا فَمُتَّوًّا  
هَذَا الشَّيْءُ بَيْنَهُمْ  
وَهَبْنِ الْيُسْرَىٰ كَيْتَا

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سوئے انعام  
میں کہ لوگ ٹھہرتے ہیں اللہ کا اس  
چیز میں سے کہ اس نے پیدا کیا ہے کھیتی  
اور مویشی سے ایک حصہ، سو کہتے ہیں  
اپنے خیال میں کہ یہ اللہ کا ہے، اور یہ

۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصائب کو دور کرنے اور بیماریوں سے شفا یاب ہونے کے سلسلہ میں گڑھی ہوئی دیویوں اور خیالی شخصیتوں کا سہارا لینے کا عقیدہ بہت پرانے زمانے سے تھا، خصوصاً مسلمانوں کے اندر بے پڑھی لکھی عورتوں میں یہ بات پائی جاتی تھی، حضرت مجدد صاحب یعنی حضرت شیخ احمد بن عبد الاحد سرسندی ہمتی ۱۲۰۲ھ اپنی ایک معتقد و مرید نیک خاتون کے نام خط میں لکھتے ہیں :-

”بہت سی جاہل عورتوں نے غیر اللہ سے مدد طلب کرنے اور بلاؤں کو دور کرنے کے سلسلہ میں ایسے نام گڑھ رکھے ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، چنانچہ اس گناہ میں مبتلا ہیں جو شریعت اسلامیہ میں ممنوع و ناجائز ہے، لہذا وہ اپنے اس عقیدہ کے سبب شرک اور شرکازہ حالات کی بدترین مصیبت میں مبتلا ہیں، یہ بات اس وقت بہت کھل کر سامنے آتی ہے جب چھپک کی بیماری کی وبا پھیل جاتی ہے جس کو ہندوستان میں عورتیں ستیلا کہتی ہیں، اب اوقات نیک اور صالح عورتیں بھی اس کفر و جہالت کا شکار ہو جاتی ہیں، مشکل ہی سے کوئی عورت شرک کی ان باکیوں سے بچی ہوگی، اور اس وقت پھیلے ہوئے رسم و رواج سے محفوظ ہوگی۔ الاماشارہ اللہ و مکتوب غیر الہی مکتوب نام بانی،

فَمَا كَانَتْ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ ہمارے شریکوں کا، سو جو ٹھہرایا ان  
 الْحَالِ الشَّيْءُ وَمَا كَانَتْ لِلشَّيْءِ شُرَكَائِهِمْ کا وہ نہ مل جاوے اللہ کی طرف  
 فَهُوَ يَصِلُ إِلَيْكَ شُرَكَائِهِمْ اور جو ٹھہرایا اللہ کا وہ مل جاوے اور  
 سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ شُرَكَائِهِمْ کی طرف بہت برا حکم  
 (سورۃ النعام، آیت ۱۳۷) کرتے ہیں،

ف۔ یعنی سب کھیتی اور مویشی اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور کسی نے نہیں کیا،  
 پھر اس میں سے جس طرح اس کی نیاز نکالتے ہیں اسی طرح اوروں کی بھی نیاز کرتے ہیں،  
 بلکہ اوروں کی نیاز کی جتنی احتیاط اور ادب کرتے ہیں اس کی اتنی نہیں کرتے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ "وَقَالُوا  
 هَذِهِ الْغَنَمُ وَخَرَّتْ اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۃ  
 حَجَرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ تَحْتِهَا  
 تَحْتِهَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ تَحْتِهَا  
 خَرَّتْ تَحْتِهَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ تَحْتِهَا  
 لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا  
 افْتَرَاءً عَلَى الشَّيْءِ سَيَجْزِيهِمْ  
 بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ، (سورۃ النعام، آیت ۱۳۹)  
 اور کہہ میں کہہ رہے ہیں یہ مویشی اور  
 کھیتی اچھوتی ہے کہ نہ کھاوے اس  
 کو مگر کہ وہی کہہ چاہیں ہم اس کو،  
 محض اپنے خیال سے، اور بعض مویشی  
 ہیں کہ منع ہے سواری اس کی، اور بعض  
 ہیں کہ نہیں مذکور کرتے اللہ کا نام  
 اس پر، یہ سب جھوٹ باندھنے کے  
 اللہ پر، سودہ سزا دیوے گا ان کو  
 بدلے جھوٹ باندھنے کے،

ف۔ یعنی لوگ محض اپنے خیال سے ٹھہر لیتے ہیں، کہ فلا فی چیز اچھوتی ہے،  
 اس کو فلا نہ کھاوے اور فلا نہ کھاوے، اور بعض جانوروں پر لادنے سے اور سواری سے

منع کرتے ہیں کہ یہ فلاسفے کی نیاز کا ہے اس کا ادب کیا چاہئے، اور بعضے جانوروں کو اللہ کے نام کا نہیں ٹھہراتے بلکہ اور کسی کے نام بتلاتے ہیں اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ان باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے اور مرادیں دیتا ہے سو یہ سب جھوٹ ہے اس کی سزا پادیں گے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا جَعَلَ  
اللَّهُ مِنْ خَلْقٍ وَلَا سَائِبَةٍ  
وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ  
الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ  
عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَالَّذِينَ  
لَا يَعْقِلُونَ (سورہ مائدہ، آیت ۱۰۲) رکھتے۔

ف۔ یعنی جو جانور کسی کے نام کا ٹھہراتے تھے اس کا کان پھاڑ دیتے تھے

۱۔ اس آیت کی تفسیر بخاری شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے، فرمایا بخیر اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ دیوتاؤں کے لیے چھوڑا جاتا ہے، کوئی شخص اس کو نہیں دہتا، سبب وہ اونٹنی جو دیوتاؤں کے نام پر آزاد چھوڑ دی جاتی تھی، اس پر سامان وغیرہ نہیں لادا جاتا تھا، حضرت سعید فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، حضورؐ نے فرمایا میں نے عمر بن عامر خزامی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنت کو آگ میں گھسیٹ رہا ہے، یہ پہلا شخص تھا جس نے دیوتا کے نام پر اونٹنی کو آزاد چھوڑا، وصيد اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی بار دو نچے دے، پہلا نر اور دوسرا مادہ ہو تو اس کو دیوتا کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے ہیں، سام وہ سانڈ اونٹ جس کو متعین جفتی کے بعد دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس پر بوجھ نہیں اٹھاتے تھے،



اس کو بخیرہ کہتے تھے، اور جو سانڈ کرتے تھے اس کو سائبہ کہتے تھے اور جو کسی کی منت مانتے کہ فلا نے جانور کا بچہ اگر تڑھوے تو ہم اس کی نیاز کر دیں پھر جو اکٹھا نہ موادہ ہوتا تو نر کو بھی نیاز نہ چڑھاتے، کہ مادہ کے ساتھ مل کر وہ بھی نیاز نہ ٹھہرے اس مادہ کو وصبیلہ کہتے ہیں اور جس جانور کی پشت سے دس بچے ہو لیتے اس پر لادنا اور چڑھنا موقوف کر دیتے اس کو حامی کہتے تھے سو فرمایا کہ یہ سب باتیں اللہ نے نہیں فرمائیں، یہ انہوں نے اپنی بیوقوفی سے رسمیں باندھ لی ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی جانور کسی کے نام کا ٹھہرا رکھنا اور کچھ اس کا نشان اس پر لگا دینا اور یہ معین کرنا کہ فلا نے کی نیاز گائے ہی ہوتی ہے اور فلا نے کی بکری اور فلا نے کی مرغی یہ سب رسمیں بیوقوفی کی ہیں، اور خلاف اللہ کے حکم کے،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
 "وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنَّا  
 الْبَيْنُ الْكَذِبُ هَذَا  
 حَلَالٌ وَهَذَا حَلَالٌ  
 لَتَفْتَرُوعَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ  
 ابِ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى  
 اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ (سورہ نحل ۱۰۸)  
 اور کہہ اللہ تعالیٰ نے یعنی  
 سورہ نحل میں کہ نہ کہو جھوٹی باتیں  
 کہ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں  
 کہ یہ کیا چاہتے اور یہ نہ کیا چاہتے کہ  
 باندھتے ہو اللہ پر جھوٹ بے شک  
 جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ  
 وہ مراد نہیں پاتے،

**ف**۔ یعنی اپنی طرف سے جھوٹ مت ٹھہرا لو کہ فلا نا کام کیجئے اور فلا نا کام نہ کیجئے کہ کسی کام کو روا، یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے، سو اس میں اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اور یہ خیال باندھنا کہ فلا نے کام کو یوں کیجئے تو مرادیں ملتی ہیں اور نہیں تو کچھ خلل ہو جاتا ہے سو یہ خیال غلط ہے کیونکہ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے کبھی مراد

نہیں ملتی، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حرم کے مہینے میں پان نہ کھایا  
چاہئے، لال کپڑا نہ پہنے، حضرت بی بی کی محکم مرد نہ کھادیں اور جب ان کی نیاز کیجئے تو  
اس میں بالضرور فلانی فلانی ترکاریاں ہوں، اور سی اور ہندی ہو اور اس کو لونڈی نہ کھاوے  
اور جس عورت نے دوسرا خاوند کیا ہے وہ بھی نہ کھاوے اور جو بیچ قوم ہو یا بدکار وہ بھی  
نہ کھاوے اور شاہ عبدالحق کا توشہ حلو ہی ہوتا ہے اور ان کو احتیاط سے بنائیے اور حق پینے  
ولے کو نہ دیجئے، اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ہے اور بوعلی قلعہ کی سرمنی اور  
اصحاب کہف کی گوشت روٹی اور بیاہ میں فلانی فلانی رسمیں ضروری ہیں اور موت میں فلانی فلانی،  
اور موت کے بعد نہ آپ شادی کیجئے نہ شادی میں بیٹھئے نہ اچار ڈالئے اور فلانے لوگ  
نیلا کپڑا نہ پہنیں، اور فلانے لال سو سی نہ پہنیں ہوسب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار  
اور اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جب اقام  
کرتے ہیں،

اَلْخُرُجُ الشَّخَاكُ عَنْ زَيْدٍ      اور مشکوۃ کے باب الکھائنۃ  
بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ      میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے

۱۔ ہندوستان کے مشہور بزرگ شیخ شمس الدین بوعلی قلعہ در پانی پتی، تصوف و طریقت  
کی تعلیم شیخ شمس الدین تبریزی سے حاصل کی، تعلق ان کا سلسلہ ہرودیر سے تھا، ۷۲۴ھ میں  
وفات پائی اور پانی پت میں مدفون ہوئے۔

۲۔ یہ جاہلی رسوم و عادات تھے جو ہندوستانی مسلمانوں میں بت پرستوں کے جوار میں  
رہنے کے سبب ان میں پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے ان کو اس مضبوطی سے اپنا لیا تھا، جیسے وہ  
نقص قرآنی سے ثابت ہوں اور شرعی امور و احکام ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر،

صَلَّيْ بِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ  
 صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ صَلَوَةٌ  
 الصُّبْحِ بِالْمَدِيْنَةِ عَلَى  
 اَثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ  
 فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى  
 النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ  
 مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا  
 اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ  
 اَصْحٰبُ مِيْنِ عِبَادَةِ مُؤْمِنِيْ  
 وَكَافِرِيْ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطْمَئِنَّا  
 بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ فَاِنَّ  
 مُؤْمِنِيْ وَكَافِرِيْ  
 يَا اَكُوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ  
 قَالَ مُطْمَئِنَّا بِسُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا  
 فَذٰلِكَ كَافِرِيْ وَكَافِرِيْ  
 يَا اَكُوْكَبِ

ذکر کیا کہ زید بن خالد نے نقل  
 کیا کہ نماز پڑھائی ہم کو پیغمبر  
 نے نماز فجر کی حدیبیہ میں  
 پیچھے مینہ کے کہ رات کو برساتا تھا  
 پھر جب پڑھ کے بیٹھے، منہ کیا  
 لوگوں کی طرف پھر فرمایا کہ جانتے ہو  
 تم، کیا فرمایا تمہارے رب  
 نے، لوگوں نے کہا کہ اللہ و رسول  
 ہی خوب جانتا ہے کہا کہ فرمایا  
 کہ آج فجر کو ہوں گے بعضے بندے  
 میرے مؤمن اور بعضے کافر، سو جس نے  
 کہا ہم کو مینہ ملا اللہ کے فضل  
 سے اور اس کی رحمت سے سو وہ مجھ  
 پر یقین لایا، اور ستاروں کا منکر ہوا  
 اور جس نے کہا کہ ہم کو مینہ ملا فلانے  
 نبی پختہ ہے، سو وہ میرا منکر ہوا، اور  
 ستاروں پر یقین لایا،

**ف۔** یعنی جو کوئی عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھتا ہے سو  
 اس کو اللہ تعالیٰ اپنے منکروں میں جانتا ہے اور ستارہ پوجنے والوں میں شمار کرتا ہے  
 اور جو کوئی ان سب کاروبار کا کارخانہ اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے سو اس کو اللہ بھی اپنے

مقبول بندوں میں گن لیتا ہے اور ستارہ پرستوں سے نکال لیتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک و بد ساعت کا ماننا اور اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا اور نجومی کے کہے پر یقین کرنا شرک کی باتیں ہیں کہ یہ سب نجوم سے علاقہ رکھتی ہیں، اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے،

اَخْرَجَ رَزِيْنٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اقْتَبَسَ بَيَانًا مِنْ عِلْمِ النُّجُومِ بَغْيًا مِمَّا ذَكَرَ اللَّهُ فَقَدْ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ الشَّيْءِ الْمُنْجَمِ كَاهِنٌ، وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالتَّاحِرُ كَافِرٌ۔

مشکوٰۃ کے باب الکہانت میں لکھا ہے کہ رزین نے ذکر کیا کہ ابن عباس نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جس نے سیکھی کوئی بات علم نجوم کی سوائے اس کے کہ بیان کی ہے اللہ نے تو سیکھی اس نے ایک راہ جادو کی نجومی کا ہے، اور کاهن جادوگر ہے، اور جادوگر کافر ہے۔

ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ستاروں کا بھی مذکور کیا ہے کہ ان میں اللہ کی قدرت معلوم ہوتی ہے اور اس کی حکمت اور ان سے آسمانوں کی خوبصورتی ہے اور شیطانوں کو انہیں سے ار مار کر بھگاتے ہیں یہ بات ذکر نہیں کی کہ کچھ جہان کے کارخانے میں ان کو دخل ہے اور دنیا میں کچھ بھلائی برائی ان کی تاثیر سے ہوتی ہے، سو جو کوئی وہ پہلی بات چھوڑ کے اس دوسری بات کی تحقیق کے پیچھے پڑے اور اس سے معلوم کر کر غیب کی باتیں بتایا کرے سو جیسا برہمن جنوں سے پوچھ پوچھ کر غیب کی باتیں بتلاتا ہے کہ جس کو عربی زبان میں کاهن کہتے ہیں، یہ بھی اسی طرح نجوم سے معلوم کر غیب کی

باتیں بتلاتا ہے تو گویا نجومی اور کاہن کی ایک ہی راہ ہے اور کاہن تو جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی کرتا ہے اور ان سے دوستی اسی طرح پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ملنے اور پکارتے اور بھوگ دیجئے سو یہ کفر کی بات ہے، سو نجومی اور کاہن اور ساحر کفر کی راہ چلتے ہیں،

أَخْرَجَ مُوسَىٰ عَنْ حَفْصَةَ	مشکوٰۃ کے باب الکہانتہ میں
زَوْجَ الْيَهُودِ الَّذِي عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	لکھا ہے کہ سلم نے ذکر کیا کہ نبیؐ نے
قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ	نے نقل کیا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا تَعْرِفَانِ	کہ جو کوئی جادو کے کسی خبر بن بتانے
مَسَالَهُ عَنْ شَيْءٍ لَّيْسَ لَهُ	دلے کے پاس پھر پوچھے اس سے کچھ
لَهُ مَالٌ وَلَا رُبَّ عَيْنٍ	تو نہیں مقبول ہوتی اس کی نماز
لَيْلَةٍ	چالیس دن،

**ف :-** یعنی جو کوئی غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ رکھتا ہے اس کے پاس جو کوئی جا کر پوچھے تو اس کی عبادت چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی کیونکہ اس نے شرک کی بات کی اور شرک سب عبادتوں کا نور کھودیتا ہے اور نجومی اور رمال اور جہار دیکھنے والے اور نامہ نکالنے والے اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والے اسی میں داخل ہیں،

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب الفال والظہر
قَبِيصَةَ ابْنِ الْيَهُودِ صَلَّى	میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	کہ قبیسہ نے نقل کیا کہ پیغمبرؐ نے

الْعِافَةُ وَالطَّرْفُ      فرمایا کہ شگون لینے کے لیے جانور  
وَالطَّيْرَةُ مِنْ      اڑانے اور فال نکلانے کے لیے  
الْجَبْتِ،      کچھ ڈاننا اور کسی طرح کا شگون لینا  
کفر کی رسموں سے ہے،

أَخْرَجَ الْبُودَا وَدَعَى عَبْدَ اللَّهِ      مشکوۃ کے باب النحال والطيور  
بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ      میں لکھا ہے کہ البودا دُونے ذکر کیا  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ      کہ ابن مسعود نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا  
قَالَ الطَّيْرَةُ شِرْكٌ      نے فرمایا کہ شگون لینا شرک ہے  
الطَّيْرَةُ شِرْكٌ      شگون لینا شرک ہے، شگون  
شِرْكٌ،      لینا شرک ہے،

ف: یعنی عرب کے لوگوں میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور اس کا بڑا اعتقاد تھا اس  
پہنچنے کی کئی بار فرمایا کہ شرک کی بات ہے تاکہ لوگ اس عادت کو چھوڑ دیں۔

أَخْرَجَ الْبُودَا وَدَعَى بَسْعَدُ      مشکوۃ کے باب النحال والطيور  
بْنُ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ      میں لکھا ہے کہ البودا دُونے ذکر کیا  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ      کہ سعد بن مالک نے نقل کیا کہ  
قَالَ لَاهَامَةٌ وَلَا عَذْوَى      پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہمیں ہمارے اور  
وَلَا طَيْرَةٌ وَرَأَيْتُكَ      نہ کسی کا کسی کو مرض لگتا ہے اور نہ  
الطَّيْرَةُ فِي شَيْءٍ فَفِي      کسی چیز میں ناسبار کی ہے، اور جو  
الذَّارِ وَالْفَرَسِ      ناسبار کی کسی چیز میں تو گھس میں  
وَالْمَرْأَةِ      اور گھوڑے میں اور عورت میں  
(حاشیہ لکھنا مفید ہے)

ف :- یعنی عرب کے جاہلوں میں مشہور تھا کہ جو کوئی مارا جاوے اور اس کا کوئی بدلہ نہ لیوے تو اس کے سر کے کھوپری میں سے ایک اونٹ نکل کر فریاد کرتا پھرتا ہے اس کو ہمارے کہتے تھے سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ کہے کہ آدمی مر کر کسی جانور کی صورت میں بن آتا ہے سو وہ جھوٹا ہے اور یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ بعضے مرض جیسے خارش یا جذام ایک سے دوسرے کو لگ جاتا ہے سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں دستور ہے کہ جس بڑے کو چھپک نکلے اس سے پرہیز کرتے ہیں اور لڑکوں کو اس کے پاس جانے نہیں دیتے کہ کہیں اس کے بھی نہ نکل آوے یہ کفر کی رسم ہے اس کو نہ ماننا چاہئے اور یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ فلانا کام فلانا نے کو نامبارک ہوا اور اس کو راست نہ آیا سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے اور کچھ اس بات کا اثر ہے تو تین ہی چیزوں میں ہے یعنی گھر گھوڑا عورت اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ چیزیں کبھی مبارک بھی ہوتی ہیں مگر اس کے معلوم کر لینے کی راہ نہیں بتائی کہ کیونکر جان لیجئے کہ یہ مبارک ہے اور یہ نامبارک، سو یہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو گھر شیر دہان اور جو گھوڑا ستارہ پیشانی اور عورت کھجی ہو تو نامبارک ہوتی ہے

۱۔ (پچھلے صفحہ کا حاشیہ) امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، نخوست گھر، عورت اور گھوڑے میں ہے، اس کی وضاحت اسماء بنت عیسٰی کی روایت سے ہوتی ہے، جو طبرانی نے نقل کیا ہے، انہوں نے پوچھا اللہ کے رسول! گھر کی نخوست کیا ہے؟ فرمایا صحن کی تنگی اور پڑوسیوں کی خباثت، پوچھا جانور کی نخوست کیا ہے؟ فرمایا وہ اپنے اوپر سوار نہ ہونے دے اور شرارت کرے، پوچھا عورت کی نخوست کیا ہے؟ فرمایا بانجھ اور بد اخلاق ہونا۔

سواس کی کچھ سند نہیں بلکہ مسلمان لوگوں کو یوں چاہئے کہ ان باتوں کا کچھ خیال نہ کریں، اور جب نیا مکان لیو یں یا گھوڑا ہاتھ لگے یا بیاہ کریں یا نوٹری مول لیو یں تو اللہ سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی برائی سے پناہ چاہیں اور باقی اور چیزوں میں اس قسم کے خیالات نہ دوڑاویں کہ فلانا کام مجھے راست آیا اور فلانا نہ آیا۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ مَشْكُوقَ كَبَابِ الْفَالِ وَالطَّيْرِ  
 اَبِي حَصْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَأَعْدُوِي اَلْعَوْلَا فَرَأَاكَ نَفْسًا كَمَا كُنْتَ تَكُونُ  
 اَوَّلَ مَا كُنْتَ تَكُونُ فَرَأَاكَ نَفْسًا كَمَا كُنْتَ تَكُونُ  
 اَوَّلَ مَا كُنْتَ تَكُونُ فَرَأَاكَ نَفْسًا كَمَا كُنْتَ تَكُونُ

۱۔ امراض کے متعدی ہونے کی نفی و انکار میں بہت سی احادیث مذکور ہیں، جیسا کہ نجاری کی روایت میں ہے اور مرض کے متعدی ہونے کی احادیث بھی موجود ہیں، مثلاً عبد دوم (یعنی جذام کے مریض) سے اس طرح بھاگو (دور رہو) جیسے شیر سے ڈر کر بھاگے ہو، اس سلسلہ میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں، لیکن نفی اور اثبات دونوں کے سلسلہ میں راجح قول دو مختلف حالتوں کی بنیاد پر ہے کہ جہاں مرض متعدی نہ ہونے کا تذکرہ ہے وہاں مخاطب وہ شخص ہے جس کا یقین و توکل علی اللہ اس درجہ کا ہو کہ وہ متعدی ہونے کے عقیدہ کو اپنے نفس سے دفع کر سکے، جذامی کے ساتھ کھانے کے سلسلہ میں حضرت جابرؓ کی حدیث اسی پر محمول کی جاتے گی جیسا کہ کتاب کے متن میں آئے گا یا اس مضمون کی اور جو حدیثیں ہیں اسی پر محمول ہونگی، جہاں جذامی سے بھاگنے کا حکم ہے، وہاں مخاطب وہ شخص ہے جس کا یقین کمزور ہو اور تعدی



فت پر۔ یعنی عرب کے جاہلوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ جس کے ایسا مرض پیدا ہو جاوے کہ کھانا پچلا جاوے اور پیٹ نہ بھرے جس کو حکیم جوع الکلیٹ کہتے ہیں تو اس

بقیہ حاشیہ گذشتہ کا:- کے اعتقاد کو دفع نہ کر کے، حضور نے دونوں عیسیٰ فرمایا ہے تاکہ دونوں قسم کے لوگوں کے لیے آپ کے اسوہ حسنہ میں گنجائش رہے، بعض لوگوں نے کہا کہ متعدی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بذات خود وہ مرض کسی کو نہیں لگ سکتا ہے، جیسا کہ زمانہ جاہلیت کا عقیدہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ متعدی ہونے کا حکم جاری فرماتے ہیں، (لا مع الدراری علی جامع البصائر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی)

۱۵ (وَلَا حَنْسَ) کی تشریح میں بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس سے لوگوں کے اس عقیدہ کی نفی ہوتی ہے کہ ماہ صفر منحوس ہے، اس میں مصائب و آفات پیش آتی ہیں (شرح بخاری للقططانی ج ۸ ص ۲۱۸ مجمع بحار الانوار میں ہے، صفر سے مراد ماہ صفر ہے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اس میں کثرت سے مصائب و پریشانیاں پیش آتی ہیں، لہذا شارع علیہ السلام نے اس کی نفی کی ہے (مجمع بحار الانوار ج ۲، ص ۲۵۱)

ہندوستان میں بھی "خالی" کا مہینہ ایسا ہی سمجھا جاتا ہے، اور اس میں تقریبات وغیرہ سے پرہیز کیا جاتا ہے،

۱۶ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے، وہ ایک جانور ہے جو جھوک گئے پر غصہ بنا کر ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی اپنے مالک ہی کو مار ڈالتا ہے، لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ خارش سے بھی زیادہ متعدی چھوت والا ہے، اس کو امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے جو وہ اپنی صبیح میں لائے ہیں، اس کے مفقود متعین ہو گیا،

(ج ۸، ص ۳۱۸)

کے پیٹ میں کوئی بھرت بلا گھس جاتی ہے کہ وہی کھاتی چلی جاتی ہے اس کو صفر کہتے تھے، سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے کچھ بھرت بلا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بعضہ مرضوں کے ساتھ کچھ بلا خیال کرتے ہیں اور اسی کو مانتے ہیں، جیسے سیتلا اور سانی اور برہی، سو یہ سب غلط ہے اور یہ بھی ان میں مشہور تھا کہ مہینہ صفر کا نام مبارک ہے اس میں کوئی کام نہ کیا چاہئے، سو یہ بھی غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات کہنی کہ تیرہ دن صفر کے نام مبارک ہیں ان میں کچھ بلائیں اُترتی ہیں اور اسی پر ان دنوں کا نام تیرہ تیزی رکھنا کہ ان کی تیزی سے کچھ کام بگڑ جاتا ہے اور اسی طرح کسی مہینے کو یا تاریخ کو یا دن کو نام مبارک سمجھنا یہ سب شرک کی باتیں ہیں،

لَخَرَجَ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب الفال والظہر میں
حَبَابِ رَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ	لکھا ہے کہ ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ	جابر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ پیغمبر خدا
بِيَدِهِ حَبْدًا وَمَفُوضَةً	صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا
مَعَهُ فِي الْقَضْعَةِ قَالَ	ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ رکابی میں رکھ
كُلُّ ثِقَةٍ بِاللَّهِ وَكُلُّ كَلْبٍ	دیا، پھر فرمایا کہ کھا اللہ پر اعتماد
حَلِيٍّ	کر کے اور ادھر بھر دے کر کے،

ف۔ یعنی ہم کو اللہ پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ، جس کو چاہے بیمار

۱۔ عوام کا عقیدہ تھا کہ صفر کے شروع کے تیرہ دن زیادہ خطرناک ہوتے ہیں لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ماہ صفر کی ان تاریخوں میں زیادہ مصیبتیں آتی ہیں، ہندوستان کے عوام اس کو تیرہ تیزی کہتے ہیں،

کر دے جس کو چاہے تندرست، ہم کسی بیمار کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کا لگ جانا نہیں مانتے،

أَخْرَجَ الْبُودَاوُدَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَيْتُ فَقَالَ جُهِدَتْ الْأَنْفُسُ وَحَبَاثَةُ الْعِيَالِ وَنُهَلَتْ الْأَمْوَالُ وَصَلَّيْتُ الْأَنْعَامَ فَأَسْتَقِ اللَّهَ لَنَا فَإِنَّا نَسْتَفِيعُ بِكَ عَلَى اللَّهِ وَنَسْتَفِيعُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ فَقَالَ الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعْنَا اللَّهُ سُبْحَانَ اللَّهِ فَمَا رَأَى يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذَلِكَ فِي فُجُوءِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَفِيعُ بِاللَّهِ عَلَى أَحَدٍ شَأْنُ الْكَافِرِ مِنْكَ أَتَدْرِي مَا اللَّهُ إِنْ عَرَشَهُ عَلَى سَمَوَاتِهِ لَهْلَكَا

مشکوٰۃ کے باب بعد الخلق میں لکھا ہے کہ البوداود نے ذکر کیا کہ جبیر بن نفیل نے نقل کیا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گنوار لپکھا کر سختی میں ڈگتیں جانیں اور بھوکے مرنے میں کہنے اور مر گئے مواشی، سو میٹھ مانگو اللہ سے ہمارے لیے کیونکہ ہم سفارش جاتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس، پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرالا ہے، اللہ نرالا ہے اللہ سو اللہ کی پاکی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے لگا پھر فرمایا کہ کیا بیوقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے کیا بیوقوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز

أَوْقَالَ بِأَصَابِعِهِ مِثْلُ الشَّرْبِ شَكَّ تَحْتَ اسْ كَا اسْ كَے  
 الْقُبَّةَ عَلَيْهِ وَانْتَهَ آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور بتلایا  
 لَيْطُ بِهِ أَطِيطُ اپنی انگلیوں سے کُتبتی کی طرح اور بیشک  
 الرَّحْلُ بِالزَّكَاكِ، وہ چڑچڑا ہوتا ہے اس سے جیسا چڑچڑ  
 بولے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ،

**ف۔** یعنی ملک عرب میں قوط پڑتا تھا سو ایک گنوار نے اگر پیغمبر خدا کے  
 رویہ واس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم  
 چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس سویر بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت  
 میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے  
 اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے، پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو جو کسی پاس اپنا سفارشی ٹھہرا ہے  
 تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر  
 سے وہ کر دے سو جب یہ کہا اللہ کو سفارشی پیغمبر کے پاس ہم نے ٹھہرایا سو گویا اصل  
 مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی، سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی  
 ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے رویہ و ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے  
 آسمان و زمین کو عرش اس کا قیہ کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ  
 کی عظمت نہیں تمام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چڑچڑا ہوتا ہے سو کسی مخلوق کی کیا طاقت  
 کہ اس کی بڑائی کا بیان بھی کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی  
 دوڑا سکے پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت،  
 وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کے اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں  
 کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے رویہ و سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کسی کام کا

نعمتارین کے بیٹھے، سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے وہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوتی ہے بیان کرنے لگے پھر کیا کہتے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا سارشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دد برس بڑا ہوں، کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کی صورت نہ دیکھوں اور کسی نے یہ بیت کہی ہے۔ ۴

دل از مہر محمد ریش دارم

رقابت باخدا ی خولیش دارم

اور کسی نے یوں کہا، ع

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہرشیار

اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الوہیت سے افضل بتاتا ہے، اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی شاعر نے ۴

از خدا خواہم تو فنیق ادب

بے ادب عسرم گشت از فضل رب

۴ مصنف نے جو اقوال نقل فرمائے ہیں وہ حضورؐ کی مدح میں غلو کرنے والوں کی عبارتوں سے ماخوذ ہیں اور ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں بعض باتیں تو ہندوستانی اور فارسی ادب میں ضرب المثل کے طور پر مشہور ہو گئی ہیں،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں  
یا شیخ عبدالقادر جیلانی <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> یعنی اسے شیخ عبدالقادر دوئم اللہ کے واسطے یہ لفظ

سہ اکثر فقہائے مذاہب اور محقق صوفیاء کرام اس وظیفہ کے عدم جواز کے قائل ہیں اس سلسلے  
ان کے مضامین اور فتوے ہیں یہاں ہم فخر المسائرين مولانا عبدالحی رحمہ فرنگی محلی لکھنوی (مسنالہ) جو  
کثیر التعداد مشہور کتابوں کے مصنف ہیں، جواب نقل کرتے ہیں جو اس وظیفہ کے متعلق استفتاء  
کے جواب میں لکھا ہے فرماتے ہیں اور اس طرح کے وظیفہ سے پرہیز ضروری ہے، پہلی یہ کہ یہ وظیفہ لفظ  
(شینیئاً للہ) پر مشتمل ہے، بعض فقہاء نے اس جیسے لفظ کہنے والے کے کفر کا فتویٰ دیا ہے،  
دوسری بات یہ کہ یہ وظیفہ مردوں کو دور سے پکارنے پر مشتمل ہے اور شریعت سے یہ ثابت نہیں کہ  
اولیاء اللہ کو دور سے پکار سننے کی قدرت حاصل ہے، شیعیت سے صرف یہ ثابت ہے کہ جو ان کی  
قبروں کے پاس جائے اور سلام کرے اس کو سنتے ہیں، جو شخص غیر اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ  
رکھے، اور کچھ چھپے کہ ہر وقت اور ہر آن جلنے کا عقیدہ رکھے وہ شرک کا مرتکب ہوا، سیدنا شیخ  
عبدالقادر جیلانی م اگرچہ امت محمدیہ کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں اور ان کے فضائل و کمالات گنتی  
و شمار سے باہر ہیں تاہم یہ ثابت نہیں کہ وہ دور سے فساد و دہائی سننے اور فریادوں کی فریادری  
کرنے پر قادر ہیں، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اپنے مریدوں کے حالات کو ہر وقت جانتے تھے اور  
ان کی پکار کو سنتے تھے، مشرک کا عقائد میں سے ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی رحمہ فرنگی محلی  
لکھنوی ج ۱ ص ۲۶۶)

بعض علماء نے کچھ شرائط اور تاویلات کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا ہے، اس عقیدہ کا  
اپنانے والا جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو سمجھتا ہوا اور اس کے مقصود صرف شیخ کی روحانیت سے استفادہ  
ہو، شریعت اسلامی نے تو بہت سے ان ذرائع سے روکنے کا اہتمام کیا ہے جو شرک سے

### ماشیہ گذشتہ کا رد۔

بہت کم درجہ کے ہیں لیکن موجب فساد ہیں، تو عقیدہ کے بگاڑ کو شریعت کیونکر گوارہ کرے گی، شرک میں مبتلا ہونا کیوں کر منظور ہوگا کہ اس سے بڑا کوئی بگاڑ نہیں، حیرت ہے آخر کس بات نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت قریب بلکہ قریب تر سے بھی زیادہ قریب ہے، اور تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ“

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

”أَمَّا يَجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ“

خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ کی وصیت میں موجود ہے (جو انہوں نے اپنے صاحبزادہ شیخ عبدالوہاب کو کی ہے) ”اپنی تمام ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دو اور اسی کو طلب کرو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ مت کرو اور اس کے سوا کسی اور کا سہارا نہ لو اور توحید کو دانتوں سے پکڑ لو“ (مجالس الفتح الربانی، ص ۶۶۵) فتوح الغیب اور فتح الربانی میں مذکور ان کے ملفوظات و تقریریں اس طرح کی وصیتوں اور غیر اللہ سے اعانت و طلب کرنے پر تنبیہ و عقاب سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ بعض عبارتوں میں گذر چکا ہے، اس سلسلہ میں عارف باللہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور شیخ جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے نام سے مشہور ہیں، اور تیرہویں صدی ہجری کے تربیت روحانی اور دعوت و ارشاد کے ائمہ میں سے ہیں اور ان کی ولایت و جلالت شان متفق علیہ ہے ان کے ملفوظات کی یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا اللہ“ کہا تو ایک غیبی آواز مجھے سنائی دی، وہ میرے کانوں سے اس طرح ٹکراتی تھی کہ مجھے اس میں شک نہیں کوئی کہہ رہا ہے، ”يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ شَيْئًا لِلَّهِ“ کہو یہ واقعہ ان کے اقتدار عہد کا ہے، (دُرر المعارف، ص ۵۴)

نہ کہا چاہئے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجا ہے،  
غرض کہ ایسا لفظ منہ سے نہ بولے کہ جس سے کچھ بوشرک کی یا بے ادبی کی آوے کہ اس کی  
بہت بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پروا بادشاہ ہے، ایک نکتہ میں پکڑ لینا اور ایک نکتہ  
میں نواز دینا اسی کا کام ہے اور یہ بات محض بیجا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور  
اس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ ستم اور ہوسیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں کچھ اللہ کی جناب میں  
ضرور نہیں کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا، اور جگت نہیں بولتا  
اس کام کے واسطے درست آشنائیں نہ باپ اور نہ بادشاہ،

اُخْرِجْ مُسْلِمًا مِّنْ اَبْنِ مُحَمَّدٍ      مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا  
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ      ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عمرؓ  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَكْتَبَ      نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تمہارے  
اَسْمَاءُكُمْ بِاللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ      سب ناموں میں اچھا نام عبد اللہ  
وَصَبَدُ الرَّحْمٰنِ      و عبد الرحمن ہے۔

**ف۔** یعنی عبد اللہ کے معنی بندہ اللہ کا، اور عبد الرحمن کے معنی بندہ رحمن کا، سو  
اسی میں داخل ہے، عبد القدوس، عبد الجلیل، عبد الخالق، خدا بخش، اللہ دیا، اللہ داد، غرض  
جس نام میں اللہ کی طرف نسبت نکلے خصوصاً اللہ کے ویسے نام کا ذکر ہو کہ اور کسی کو نہیں بولتے،

۱۔ یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو انبیاء کرام اور صلوات امت کا وسیلہ درست جانتے ہیں۔  
۲۔ مولف کتاب نے یہاں کچھ ہندوستانی ناموں کا ذکر کیا ہے جن کا عربی میں ترجمہ کر دیا گیا، اس کا  
مقصود وہ نام ہیں جو اللہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں خصوصاً اسماء حسنٰ جن کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔



لَخُرِجَ الْوُدَّ وَالتَّسَاطُفَ      مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا  
عَنْ شَرِيحٍ بُرْهَانٍ عَنْ      ہے کہ الوداد و اورسانی نے ذکر کیا  
أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا وَقَدَّ الْحَلَّ      کہ شریح نے نقل کیا اپنے باپ سے کہ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ      وہ جب آیا ینیب خدا کے پاس  
وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمٍ مِنْهُ      اپنی قوم کے ساتھ، تو حضرت نے سنا  
سَمِعَهُمْ يُكْنِيهِ بِأَنَّ لِلْكَسْرِ      ان لوگوں کو کہتے ہیں اس کو ابو الحکم  
فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى      یعنی اصل قضیہ چکا دینے والا، پھر  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ      فرمایا اس کو پیغمبر خدا نے کہ بے شک  
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ      اللہ ہی ہے اصل قضیہ چکانے والا،  
وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلَمَّا تَلَّى      اور اس کا ہے حکم، پھر ترجمہ کو کیوں  
أَبَا الْحَكَمِ،      کہتے ہیں ابو الحکم،

**ف**۔ یعنی یہ بات کہ ہر قضیہ چکا دے اور ہر جگہ امثالہ، یہ اللہ ہی کی  
شان ہے کہ آخرت میں ظہور کرے گی کہ پہلے پچھلے دین و دنیا کے جھگڑے سب صاف  
ہو جاویں گے اس بات کی کسی مخلوق کو طاقت نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ  
اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اور اس میں وہ پایا جاتا ہے اور کسی کو نہ کہے، جیسے بادشاہوں  
کا بادشاہ مالک سارے جہاں کا خداوند جو چاہے کر ڈالے معبود بڑا و اتا ہے پر واعلیٰ  
ہذا القیاس۔

لے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے القاب کے سلسلہ میں تاریخ نے بہت سے شعراء و درباریوں،  
نوشامدیوں اور منافقوں کی حد سے بڑھی ہوئی ایسی مبالغہ آرائیوں کا تذکرہ کیا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حاشیہ گذشتہ کا ۱۔  
جو شہادت میں ممنوع و حرام ہیں اور جسے ذوق سلیم ابا کرتا ہے بعض اوقات  
خود ان بادشاہوں نے اپنے ایسے القاب رکھے ہیں جو ان کی کم علمی اور خدا کے سامنے ڈھٹائی اور انسانی  
حکومت اور ختم ہو جانے والے قوت و اقتدار پر غرور و گھمنڈ پر دلالت کرتے ہیں، تاریخ نے  
عضد الدولہ نیشہروہی بن رکن الدولہ بن بویہ دہلی متوفی ۷۴۲ھ کا ایک شعر نقل کیا ہے جو اس  
بے ادبی اور غلط روی کی بہتر مثال ہے وہ کہتا ہے۔

أنا عضد الدولة وابن كنهيا      ملك الملوك غلاب القدر  
میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ شامشاہ عالم اور تقدیر پر فتح پانے والا ہوں  
اسی طرح سے تاریخ نے غالی نمین و معتقدین کے اپنے شیوخ اور یار النثر اور صلحائے امت کے  
بارے میں جو نہایت غلط و ناپسندیدہ تعبیریں نقل کی ہیں اس کو بھی بیان کیا ہے، اور امت مسلمہ  
کے غیر علمائے دین برابر ان خوش آمدیوں پر نکیر کرتے رہے ہیں، اس سلسلہ کا ایک دلچسپ  
واقعہ مورخین نے شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام کا ذکر کیا ہے، جب بغداد کے خلیفہ  
الملک الصالح کا انتقال ہوا تو بادشاہ نے ایک مجلس تعزیت قائم کی جس میں اعیان و اکابر علماء  
اور شعراء کو جمع کیا، ایک شاعر نے خلیفہ کے مریہ میں یہ شعر کہا۔

مات من كان لبعض اجناده الموت  
ومن كان يحشاه القضاء  
وہ شخص انتقال کر گیا جس کے شکریوں میں خود موت بھی شامل تھی وہ شخص مات  
پا گیا جس سے خود قضا خائف رہتی تھی،

شیخ عز الدین بن عبد السلام نے اس شعر پر سخت نکیر کی اور اس کی سزا و قید کا  
حکم دیا، سزا کے بعد عرصہ تک قید میں رہا، حکام و امراء کی سفارش سے اس کی قید قبول کی گئی اور  
اس کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں ایک قصیدہ کہے جو قضا و قدر سے کھلو اڑنے  
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

أَخْرَجَ فِي تَرْجُمَةِ الشَّيْخَةِ      مشکوۃ کے باب الاسامی میں لکھا  
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ      ہے کہ شرح السنہ میں ذکر کیا کہ  
مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ      نقل کیا حدیفہ نے کہ پیغمبر خدا  
لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ      نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے  
مُحَمَّدٌ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ      اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ  
وَحْدَهُ۔      فقط،

**ف۔** یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں ہو  
اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے خواہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب مثلاً  
یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلا ناکام ہو جاوے گا کہ سارا کار و بار جہاں کا  
اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی  
سے کہے کہ فلا نے کے دل میں کیا ہے یا فلا نے کی شادی کب ہوگی، یا فلا نے دوزخ  
میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں نہ کہے کہ اللہ و  
رسول ہی جانے، کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر، اور اس بات کا  
کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے یا فلا نے کی بات میں اللہ  
و رسول کا یوں حکم ہے، کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتادی ہیں اور سب  
بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) کا کفارہ بن جائے،

الابلاغ فی مضار الا بتداع

للشیخ علی محفوظ (ص ۱۲۵)

لَخُرِجَ التَّمِيزُ عَنْ ابْنِ  
عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ  
فَقَدْ أَشْرَكَ،  
مشکوٰۃ کے باب الایمان والندور  
میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا  
کہ نقل کیا ابن عمرؓ نے کہ تمنا میں  
نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے جس  
قسم کھائی غیر اللہ کی، سو بے شک  
شرک کیا۔

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا تَحْلِفُوا بِالطُّوَائِبِ  
وَلَا بِأَبَائِكُمْ،  
مشکوٰۃ کے باب الایمان والندور  
میں کہا کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا  
عبدالرحمن بن سمرہؓ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہ  
قسم کھایا کرو صغیرے میوہوں کی اور نہ  
باپ دادوں کی،

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ ابْنِ  
عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ  
يَنْهَكُمُ أَنْ تَحْلِفُوا بِأَبَائِكُمْ  
مَنْ كَانَتْ حَالُفًا فَلْيَحْلِفْ  
بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْنُتْ،  
مشکوٰۃ کے باب الایمان والندور  
میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر  
کیا کہ ابن عمرؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا  
نے فرمایا کہ اللہ منع کرتا ہے تم کو باپ  
دادوں کی قسم کھانے سے جس کو قسم  
کھانا ہو سو اللہ ہی کی قسم کھا دے  
یا چپ رہے۔

لَخُرِجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي  
صُرَيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مشکوٰۃ کے باب الایمان والندور  
میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ  
خَلَعَ فَقَالَ فِي خَلْفِهِ  
بِاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ فَلْيَقُلْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،  
کہ ابوہریرہؓ نے نقل کیا پیغمبر خدا  
سے کہ قسم مایا جو کوئی قسم کھایا چاہے  
پھر قسم کھا بیٹھے لات و عزی کی تو چاہئے  
بھیر کہے کہ لا الہ الا اللہ

ف: یعنی عرب کے لوگ کفر کی حالت میں بتوں کی قسم کھاتے تھے سو  
جن مسلمانوں کے منہ سے اس عادت کے موافق قسم نکل جاوے تو پھر لا الہ الا اللہ کہہ  
لیویں، ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاوے اور اگر منہ سے نکل  
جاوے تو توبہ کیجئے اور جس کی قسم کھانے کا شرکوں میں دستور ہے اس کی قسم کھانے سے  
ایمان میں خلل آتا ہے،

أَخْرَجَ الْبُؤَادُ عَنْ ثَابِتِ بْنِ  
ضَعَّالٍ قَالَ سَدَّرَ رَجُلٌ  
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَنَحَّرَ إِبِلًا  
بِوَانَةٍ فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَبَرَهُ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
هَلْ كَانَ فِيهَا وَتَنٌ مِنْ  
أَوْتَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ مَالُ الْوَالِدِ  
قَالَ كَانَ فِيهَا عَيْنَتَانِ أَعْيَادُهُمَا  
قَالُوا لَا فَسَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
مَشْكُوقَةُ بَابِ الْإِيمَانِ وَالذُّمُّ فِيهِ  
لَكُهَا بَلَّ بَابُ الْوَادُودِ ذَكَرَ كَيْسَ كَثَابَاتِ  
نَعْلٍ كَيْسَ كَرَامِ شَخْصٍ نَعْلٍ  
مَانِي بَيْغِ خَدَا كَيْسَ قَتْلٍ فِي كَرْجِ  
كَرْسِ أَوْنِ كَيْسَ مَقَامٍ فِي كَرْسِ  
نَامِ بَوَانِ تَهَا بَحْرِ آبِ بَيْغِ خَدَا كَيْسَ  
پاس اور خبر دی ان کو، سو فرمایا پیغمبر خدا  
نے کہ کیا تھا اس میں کوئی تھان کفر  
کے وقت کا کہ پوجتے ہیں لوگ کہا کہ  
نہیں پھر پوچھا کہ وہاں کوئی تہوار  
ہوتا تھا ان کا لوگوں نے کہا کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفَ بِسَدْرِكَ      نہیں فرمایا کہ تو پوری کر منت اپنی  
فَانَّهُ لَا وَفَاءَ لِسَدْرِي خَفِ      کیونکہ نہ پوری کیا چاہتے ایسی منت  
مَعْصِيَةِ اللَّهِ -      کہ کچھ اس میں اللہ کا گناہ ہو۔

ف۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کی منت ماننی گناہ ہے سو ایسی منت کو پوری نہ  
رانا چاہئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور تو اللہ کے سوا کسی اور کی منت نہ مانئے اور  
روانی ہو تو پورا نہ کیجئے کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے پھر اس پر ہٹ کرنا اور زیادہ گناہ،  
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے سوا کسی اور کی نام پر جانور چڑھاتے ہوں یا پوجا  
رتے ہوں یا اور کسی طرح کا وہاں جمع ہو کر شرک کرتے ہوں، تو اللہ کے نام کا بھی جانور  
لے جانے اور کسی طرح ان میں نہ شریک ہو جئے نہ اچھی نیت سے نہ بری نیت سے کہ ان  
سے شاہت کرنی خود بری بات ہے۔

اُخْرِجَ أَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَ      مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ      لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خَفِ      کہ بی بی عائشہؓ نے ذکر کیا کہ پیغمبر خدا  
لَفَسِيرَتِ الْفُجَارِ حَبْرَتِ وَالْأَنْصَارِ      صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار  
فَمَا بَعْدُ فَسَجَدَ لَهُ فَقَالَ      میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر  
أَصْحَابُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ      اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ  
يَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ      علیہ وسلم کو، سو ان کے اصحاب کہنے  
وَالشَّجَرُ فَتَحَبَّرَ أَحَقُّ      لگے کہ لے پیغمبر خدا تم کو سجدہ  
أَنْتَ تَسْجُدُ لَكَ فَقَالَ أَسْبَدُ وَأَ      کرتے ہیں سب انور اور درخت، سو ہم  
رَبُّكُمْ وَأَلْزَمُوا      کو ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں،

آخَاکُمْ۔  
 سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب  
 کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی،

۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد ہمدانی جو ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہیں، مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرتبہ الفاتیح میں حضور کے قول اَلْکَرِیْمُو الْاِخْوَانُکُمْ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اگر مطلب یہ ہے کہ آپ کی ایسی تعظیم کرو جو تباہی و بھت اور ایسے اکرام کی آئینہ دار ہو جو آپ کی فلاح اور باطنی اطاعت پر مشتمل ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے،  
 مَا کَانَ لِلْبَشَرِ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰهُ الْکِتَابَ وَالْمُلْکَ وَالنَّبُوۃَ، ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُونُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَکُنْ کُوْنُوْا

رَبَّیْنَا نَبِیِّیْنَ۔  
 اور اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلَہًا اَمْرًا یَّحْفَیْ بِہِ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَرَبَّکُمْ۔  
 رہا اونٹ کا سجدہ تو یہ ایک خرق عادت بات ہے جو اللہ کے حکم اور مقرر کردینے سے پیش آکر  
 اونٹ کے فعل میں حضور کا کوئی دخل نہیں تھا، اونٹ حکم خداوندی کے سامنے مجبور تھا جیسے اللہ  
 نے فرشتوں کو حضرت آدم کے سجدہ کا حکم دیا تھا، واللہ اعلم۔  
 طیبیؒ فرماتے ہیں اس کی عزت و تکریم کرو جو تمہاری ہی طرح انسان ہے اور آدم ہی  
 اولاد ہے اس کی عزت اس بنا پر کہ وہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت بخشی اور رسول بنایا ان کی طرف  
 وحی فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ الرُّسُلَ  
 مولانا عبداللہ محمد دہلوی (ج ۶ ص ۲۷۷) مشکوٰۃ کے حاشیہ اللغات میں فرماتے ہیں  
 آپ تو اصفا اور دوسروں کو یہ بتانے کے لیے کہ سجدہ اور عبادت کے بارے میں لوگوں ہی کی طرح آہ  
 بھی ایک انسان ہیں آپ کے لیے سجدہ یا آپ کی عبادت نہیں کی جاسکتی۔

ف۔ یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور ممالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء، امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کو بعض درخت اور بعض جانور مانتے ہیں چنانچہ بعضے درگاہوں پر شیر حاضر ہوتے ہیں اور بعضے پر لم تھی اور بعضے پر بھیڑیے، مگر آدمی کو اس کی کچھ سند نہ پکڑنی چاہئے بلکہ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ اللہ نے بتلائی ہو اور شرع میں جائز ہو مثلاً قبروں پر عجا و ربنا شرع میں نہیں بتایا سو ہرگز نہ بنے اور کسی کی قبر پر کوئی شیر رات دن بیٹھا رہتا ہو تو اس کی سند نہ پکڑے کہ آدمی کو جانور کی ریس نہ کرنی چاہئے۔

اَخْرَجَ الْبُودَاؤُ عَنْ قَبْرِ بَشَرَ  
سَعْدٌ قَالَ اَتَيْتُ الْحَبْرَةَ  
فَرَأَيْتُهُمْ يَجِدُونَ كَلْبًا  
لَهُمْ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ  
اَنْ يُجَدَّ لَهُ فَاْتَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

مشکوٰۃ کے باب عشرة النساء  
میں لکھا ہے کہ البوداؤ نے ذکر کیا کہ  
قبس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک  
شہر میں جس کا نام حبرہ ہے سو دیکھا میں  
میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ  
کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے  
البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ

۱۔ حقیقت اور مخلوق ہونے میں رب ایک، باپ ایک، تم میں ہر فرد آدمی سے بنا ہے اور آدمی ہی سے بنے تھے  
۲۔ اس کا راز اور اس کی حکمت خدا ہی کے علم میں ہے،



وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ      کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے  
الْحَيَرَةُ فَكَرَأَيْتُهُمْ يَكْبُدُونَ      پاس پھر کہا میں نے کر گیا تھا حیرہ میں  
لَمِنْ زِيَادٍ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ      سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ  
أَنْتَ يَسْجُدُ لَكَ فَقَالَ      کرتے ہیں اپنے راجہ کو، سو تم بہت  
لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتُ      لائق ہو کر سجدہ کریں ہم تم کو تو فرمایا  
بِقَبْرِى أَكُنْتُ تَسْجُدُ لَهُ      مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری  
فَقُلْتُ لَا فَقَالَ      قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا  
لَا تَفْعَلْ -      میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو،

**ف** یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار، پھر مر کر خدا نہیں بن گیا ہے، بندہ ہی بندہ ہے،

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِيهِ      مشکوٰۃ کے باب الاساسی میں لکھا ہے  
حَصْرِيَّةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ      کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہ نے نقل  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ      کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے  
أَحَدُكُمْ عَيْدِي وَآمَنَتُ      فرمایا کہ کوئی تم میں سے یوں نہ بولے  
كُنْتُ كَوْمَيْدِ اللَّهِ وَهَلْ      کہ میرا بندہ اور میری بندی تھی تم سب اللہ

۱ فارسی اور ہندی ادب و شاعری میں تعبیریں عام ہیں، مثلاً شاہ پرست، پیر پرست، جن پرست، کاغذ پرست وغیرہ

لَسَاؤُكُمْ اِمَاءُ الشَّيْءِ وَلَا  
يَقُلُ الْعَبْدُ لِسِيْدِهِ مَوْلَايَ  
فَاِنَّ مَوْلَاكُمْ اَللّٰهُ  
کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں سب اللہ  
کی بندہ ہیں اور غلام بھی اپنے  
میاں کو یوں نہ کہے کہ میرا مالک کیونکہ  
تم سب کا مالک اللہ ہے۔

ف۔ یعنی میاں اپنے غلام کو لوندی اپنا بندہ اور بندہ نہ کہے اور غلام اپنے  
میاں کو اپنا مالک نہ کہے کیونکہ مالک اللہ ہے اور باقی سب اسی کے بندے ہیں،  
نہ ایک دوسرے کا بندہ ہے نہ اس کا مالک، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی کا حقیقت  
میں غلام ہی ہے سوائے آپس میں یہ گفتگو نہ کریں کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا  
مالک پھر جھوٹ موت کا بندہ بننا اور عبد البنی اور بندہ علی اور بندہ حضور اور پرستار خاص  
اور امر و پرست اور آشنایا پرست اور پیر پرست اپنے تئیں کہلوانا اور ہر کسی کو خداوند  
خدا تیکان دانا کہہ بیٹھنا تو محض بیجا ہے اور نہایت بے ادبی، اور اسی بات میں کہنا کہ  
تم ہماری جان و مال کے مالک ہو، تم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو کرو، محض جھوٹ اور  
شرک کی بات ہے۔

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ عُمَرَ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَطْرُقُوْنِيْ كَمَا  
اَمَرَتِ النَّصَارَةُ عِيسَى  
بْنِ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُ  
فَقُولُوا عَبْدُ اللّٰهِ وَ  
رَسُولُهُ  
مشکوٰۃ کے باب الفاخر میں لکھا  
ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ پیغمبر  
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو  
حد سے مت بڑھاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم  
کو نصاریٰ نے حد سے بڑھا دیا،  
سو میں تو اس کا بندہ ہی ہوں سو یہی کہو  
کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول،

ف :- یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں سو بیان کر دو وہ سب، رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی ہی رہتا ہے اور بندہ ہونا ہی اس کا فخر ہے، کچھ اس میں خدائی کی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا سو یہ بات کسی بندہ کے حق میں نہ کہا چاہئے کہ نصاریٰ ایسی ہی باتیں حضرت عیسیٰ کے حق میں کہہ کر کافر ہو گئے اور اللہ کی درگاہ سے راندے گئے سو اسی لیے پیغمبر خدا نے اپنی امت کو فرمایا کہ تم نصاریٰ کی چال مت چلو اور اپنے پیغمبر کی تعریف میں حد سے مت بڑھو کہ نصاریٰ کی طرح کہیں مردود نہ ہو جاؤ، لیکن انوس کہ ان کی امت کے بے ادب لوگوں نے ان کا حکم نہ مانا اور آخر نصاریٰ کی سی باتیں کہنے لگے، کیونکہ نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کو یہی کہتے تھے کہ اللہ ان کے بھیس میں ظاہر ہوا اور وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور ایک طرح سے خدا، سو بعینہ یہی بات بعضوں نے حضرت کی شان میں کہہ ڈالی، چنانچہ کسی نے یوں کہا ہے

فی الجملہ ہمیں بود کہ می آمد و می رفت  
بہر قرن کہ دیدی در عاقبت آن شکل عرب والہ بر آمد  
وارای جہاں شد

اور کسی نے یوں کہا ہے  
تقدیر بیک ناقہ نشانبر و محمل  
سلمای حدوت تو و لیلائے قدم را

لہ جیسے سرکہ پانی میں مل جاتا ہے، یہ نصاریٰ کے بعض فرقوں کا عقیدہ ہے۔

سلمی الحدوت سے مراد حضور ہیں اور لیلیٰ القدم سے مراد ذات باری ہے۔

تا جمع امکان را و وجوبت نہ نوشتند

مورد متعین نشد اطلاق اُسم را

بلکہ بعضے جھوٹے دعا بازوں نے اس بات کو خود پیغمبر خدا کی طرف نسبت کیا ہے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے "اَنَا الْحَسَدُ بِلَا مَسِيرٍ" اور اسی طرح ایک بڑی سی عبارت عربی بنا کر اور اس میں ایسی خرافاتیں جمع کر کے اس کا نام خطبۃ الافتخار رکھا ہے اور اس کو حضرت علیؓ کی طرف نسبت کیا ہے، "تَبَحَّانَكَ هَذَا أَبُوهَا عَظِيمٌ" اللہ سارے جھوٹوں کا منہ کالا کرے اور جس طرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ سارے کاروبار اس جہاں کے اور اُس جہاں کے حضرت عیسیٰؑ کے اختیار میں ہیں اور جو کوئی ان کو مانے اور ان کی التجا کرے اس کو بندگی کی کچھ حاجت نہیں اور کچھ گناہ اس کو دخل نہیں کرتا، اور کچھ حرام و حلال کا اس کے حق میں امتیاز کرنا ضرور نہیں وہ خدا کا سناٹھ بن جاتا ہے جو چاہے سو کرے، حضرت عیسیٰؑ آخرت میں اس کو شفاعت سے بچالیں گے، سو اسی طرح کا عقیدہ جاہل مسلمانوں کو حضرت پیغمبرؐ کی جناب میں ہے بلکہ ان سے اتر کر اماموں کی اور اولیاء کی بلکہ ہر مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں، اللہ ہدایت کرے۔

اخْرَجَ الْبُودَاوَدُ عَنْ مَعْطُوفٍ	مشکوٰۃ کے باب المفارقة میں
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ	لکھا ہے کہ بوداود نے ذکر کیا کہ طرف
قَالَ انْطَلَقْتُ فِي وَفْدٍ بَنِي	نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر
حَامِرِ الْمُرْسُولِ اللَّهُ صَلَّى	کے ایمپیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَنْتَ قَدِ	پاس، پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو
قُلْنَا يَا اللَّهُ فَقُلْنَا	ہمارے سوسہ مایا کہ سردار تو اللہ ہے
وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا وَأَعْظَمُنَا حَوْلًا	پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو

فَتَان قَوْلَا قَوْلَكُمْ أَوْ  
بَعْضَ قَوْلِكُمْ فَلَا  
يَسْتَجِيرُ بِشَيْئِكَ الشَّيْطَانُ  
بزرگی میں اور بڑے سخی ہو، سو فرمایا  
کہ خیر اس طرح کا کلام کہو اس سے بھی  
تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب  
نہ کر دے شیطان ۔

**ف**۔ یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بونو اور جو بشر کی سی توفیق  
ہو سو ہی کرو، سوان میں بھی اختصار ہی کرو، اور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح  
مت دوڑو کہ ہمیں اللہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہو جائے اب سنا چاہتے کہ سردار کے  
لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے  
سو کرے، جیسے ظاہر میں بادشاہ، سو یہ بات اللہ ہی کی شان ہے، ان معنوں کو اس کے  
سوائے کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل  
حاکم کا حکم اول اس پر آئے اور اس کی زبانی اور ان کو پہنچے جیسا کہ ہر قوم کا چودہری اور  
گاؤں کا زمیندار، سوان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت  
کے لوگوں کا، اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے  
شاگردوں کا، کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں  
کو سکھاتے ہیں سو اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے  
نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ  
اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں، ان معنوں کو ان کو سارے جہاں کا سردار کہنا  
کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ ضروریوں ہی جاننا چاہتے اور ان پہلے معنوں سے ایک چیونٹی کا  
بھی سردار ان کو نہ جانتے، کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف  
نہیں کر سکتے۔

أَخْرَجَ الْبَحَارِيُّ عَنْ  
 عَالِشَةَ أَنَّهَا اشْتَرَتْ  
 نَمْرُقَةً فِيهَا  
 تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَأَاهَا  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ  
 فَلَمَّ يَدْخُلُ فَعَرَفَتْ فِيهِ  
 وَجْهَ الْكَرَاهَةِ فَقُلْتُ  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ إِلَهُكَ  
 وَلَيْسَ رَسُولُكَ مَاذَا أَذْنَبْتُ  
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هَذِهِ  
 لَنَمْرُقَةٍ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا  
 لَأَتَقَعَّدَ عَلَيْهَا وَلَوْ سَدَمَا  
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ  
 يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ  
 كَيْفَ لَهُمْ أَحْيَاؤُهُمْ لَخَلَقْتُمُ  
 وَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ الَّذِي  
 فِيهِ الصُّورَةُ لَا تَدْخُلُهُ  
 الْمَلَائِكَةُ

مشکوٰۃ کے باب القساویر میں  
 لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ بی بی  
 عالشہ نے نقل کیا کہ انہوں نے خریدا  
 ایک غلیچہ کہ اس میں تصویریں  
 تھیں، پھر جب اس کو دیکھا پیغمبر خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے، دروازہ پر کھڑے  
 ہو گئے اور اندر نہ گئے، سو پہچانی میں نے  
 ان کے چہرے پر ناخوشی کہا میں نے  
 یا رسول اللہ میں تو برکتی ہوں اللہ اور  
 اللہ کے رسول کے روبرو کیا گناہ  
 کیا میں نے، سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ  
 کیا ہے یہ غلیچہ، کہا میں نے کہ تمہارے  
 لیے خریدا ہے میں نے کہ اس پر بیٹھو اور  
 اس کا ٹکیر بناؤ سو پیغمبر خدا نے فرمایا  
 کہ ان تصویروں والے قیامت کے  
 دن عذاب میں پھنسیں گے اور کہا  
 جائے گا ان کو کہ جان ڈالو اس چیز  
 میں کہ بنائی تم نے اور فرمایا کہ جس  
 گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے  
 نہیں آتے۔

ف :- یعنی اکثر مشرک مورتوں کو پوجتے ہیں سو اس لیے فرشتوں کو تصویروں سے گھن آجاتا ہے اور پیغمبروں کو بھی ان سے نفرت ہے اور ان کے بنانے والوں پر عذاب ہوگا کہ بت پرستی کا سامان اکٹھا کرتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض جاہل لوگ پیغمبر کی یا اماموں کی یا اولیاء کی یا اپنے پیروں کی تصویروں کی تعظیم کرتے اور اپنے پاس برکت کے لیے رکھتے ہیں سو محض گمراہ ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے اور پیغمبر اور فرشتے ان سے بیزار ہیں بلکہ سب تصویروں کو ناپاک سمجھ کر گھر سے دور کیجئے کہ پیغمبر بھی خوش ہوں اور فرشتے بھی اس گھر میں آویں اور ان کے قدم سے گھر میں برکت پھیل جائے۔

اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَبْدِ  
اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَشَدُّ  
النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا اَوْ قَتَلَ  
نَبِيًّا اَوْ قَتَلَ لَحْدًا وَالدِّيَّةُ  
وَالْمُصَوِّرُونَ وَمَا لَمْ  
لَمْ يَنْتَفِعْ بِعِلْمِهِ -

مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں لکھا  
ہے کہ بیہقی نے ذکر کیا کہ عبد اللہ  
بن عباس نے نقل کیا کہ سنائیں نے  
پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ سب  
لوگوں سے بڑا عذاب قیامت کے دن اس  
شخص کو ہے کہ اس نے کسی نبی کو مارا  
یا اس کو کسی نبی نے مارا یا اس نے  
کسی اپنے ماں باپ کو مارا اور تصویر  
بنانے والوں کو اور اس عالم کو کہ اس  
کو اس کے علم سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

ف :- یعنی تصویر بنانے والا بھی ان بڑے بڑے گنہگاروں میں داخل ہے  
یہاں سے تصویر بنانے کا گناہ سمجھا چاہئے کہ زید و ثمر نے تو پیغمبر کو نہیں مارا بلکہ پیغمبر کے

نواسے کو اور امام وقت کو کہ پیغمبر کا نائب تھا اور تصویر بنانے والے کو خود پیغمبر کے قاتل کا سا گناہ ہے تو وہ زیادہ شمرے بھی بدتر ہے۔

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ ابْنِ  
حُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ  
أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ  
يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا  
ذَرَّةً أَوْ لَبِخْلُقُوا حَبَّةً  
أَوْ سَعِيرَةً

مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں لکھا  
ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہؓ  
نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا سے سنائیں  
نے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
کہ کون زیادہ بے ادب ہوگا اس  
شخص سے کہ ارادہ کرے کہ پیدا کرے  
جیسے میں پیدا کرتا ہوں سو بھلا ایک  
ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جھو تو پیدا

کر لیں۔

ف :- یعنی تصویر بنانے والا پردے میں خدائی کا دعویٰ کرتا ہے، کہ جو  
چیزیں اللہ نے بنائی ہیں اس کی مثل بنانے کا ارادہ کرتا ہے سو بڑا بے ادب ہے اور یہ  
اس کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ ایک دانہ کے بنانے کا بھی مقدور نہیں محض نقل کا ارتقا ہے

اَخْرَجَ زَيْدُ بْنُ أَبِي  
قَالِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْتَ لَا أُرِيدُ أَنْ  
تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي لَقَدْ  
أَنْزَلَنِي اللَّهُ تَعَالَى أَنَا  
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

مشکوٰۃ کے باب الفاختہ میں  
لکھا ہے کہ زید بن نے ذکر کیا کہ انسؓ  
نقل کیا کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ  
بے شک میں نہیں چاہتا کہ بڑھاد  
تم مجھ کو زیادہ اس مرتبہ سے کہ اللہ  
نے بخشا ہے مجھ کو تو میں وہی محمد ہوں



بیٹا عبد اللہ کا کہ اللہ کا بندہ ہی ہوں  
اور اس کا رسول۔

ف۔ یعنی جیسے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں سو پیغمبر ان سے نہ تھے کیونکہ اور سرداروں کو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا خواہ درست ہو رہے خواہ بگڑ جائے اور پیغمبر خدا اپنی امت کے بڑے مرئی شفیق تھے اور ان پر بہت مہربان اور رات دن ان کو اپنی امت کے دین ہی درست کرنے کا فکر تھا، سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری امت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بہت احسان مند، ادریہ دستور ہے کہ جب کسی کو کسی کی محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھے گا تو خدا ہی کی بے ادبی کرے گا اور اس سے اس کا دین بالکل برباد ہو جائے گا اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جاوے گا سو اسی لیے فرمایا کہ مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا، سو میرا نام محمد ہے، نہ اللہ نہ خالق نہ رزاق اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں، اور بندہ ہی ہوتا میرا اظہر، مگر اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل، سوان کو اللہ کا دین مجھ سے یکساں چاہئے، سولے ملک ہمارا اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں درود و سلام بھیج اور انہوں نے جیسا ہم سے جاہلوں کو دین کے سکھانے میں حد سے زیادہ کوشش کی سو تو ہی اس کوشش کی قدر والی کہ کریم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے استعداد و سوجھ بوجھ اپنے فضل سے

لہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ لَعَنَّكَ بِأَخِ نَفْسِكَ عَلَىٰ أَنَا رَحِيمٌ لِّمَن لَّمْ  
يُؤْمِنُوا بِهِ هَذَا الْمَدِثِثِ أَفْأَلَا (کہف)

ہم کو شرک و توحید کے معنی خوب سمجھائے اور لا الہ الا اللہ کا مضمون خوب تعلیم کیا  
 اور شرک لوگوں میں سے نکال کر موحد پاک مسلمان بنایا اسی طرح اپنے فضل و کرم سے  
 دینت کے معنی خوب سمجھا اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر اور بدعتی بد مذہبیوں  
 میں سے نکال کر سنی پاک متبع سنت کا کر۔ آمین یا رب العالمین،  
 وَخَيْرُ دَعْوَانَا اَنْ الْمُسْلِمَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

## جماعت اہل حدیث کا خلاف رائدین سے اختلافی

(از محمد پالن حقانی گجراتی)

کتاب کا موضوع کتاب کے نام سے ظاہر ہے کتاب میں وہ احادیث نقل کی گئی ہیں جن پر حضرات صحابہ کرام عمل کرتے تھے اور موجودہ عمل بلحدیث کا دعویٰ کرنے والے اختلاف کرتے ہیں۔

## جماعت اہل حدیث کا اہل سنت سے اختلافی

(از محمد پالن حقانی گجراتی)

اس کتاب میں فرقہ ناچہ یعنی اہل سنت جماعت جس کے متعلق آپ ﷺ نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے اس جماعت سے نام نہاد اہل حدیث کا اختلاف بیان کیا گیا ہے۔

## قرآن و حدیث اور مسلک اہل حدیث

(از محمد پالن حقانی گجراتی)

قرآن اور حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرنے والا فرقہ نام نہاد اہل حدیث کے اصلی چہرہ کو اس کتاب میں بے نقاب کر دیا ہے۔ اہل حدیث کا نہ تو قرآن سے کوئی تعلق ہے اور نہ حدیث سے بلکہ یہ انگریز کا پیدا کردہ گروہ ہے جو انگریز کا حق نمک ادا کرنے کے لئے اسلام اور مسلمانوں میں اختلاف کو پھیلا رہا ہے تاکہ مسلمانوں کی قوت کمزور ہو جائے اور انگریز ہزاروں میل دور بیٹھ کر مسلمانوں کو غلام بنا کر اپنی من مانی کرتا رہے۔

## مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7321118

میان محمد یار حقانی کے قلم کا شہکار

# شیریں جہان

پیشہ اسلام کے بنیادی عقائد  
پیشہ شریعت کے نام پر جاہلانہ رسوم کا حقیقت پسندانہ تجزیہ  
پیشہ واعظانہ اور تاحیثانہ انداز  
پیشہ مہم کردہ راہ نمائوں کے لیے مینارہ نور  
پیشہ علم و اور شجہ و وسعت آجائب کے لیے ذوالعمل کا ذخیرہ  
پیشہ زبان آسان، عام فہم، سلیس اور سادہ  
نعمت... صفات ذاتی دارسندی جلد آفت کاغذ  
آبائیت و طاعت میباری  
قیمت - ۱۵۰ روپے صرف

# راہِ اعمال

- تقلید کی حقیقت، ضرورت، احادیث نبویؐ اور آثارِ صحابہؓ سے اس کا ثبوت
- سلفِ صالحین کا اس پر یکمیل اور ترکِ تقلید کے نقصانات
- محدثین و فقہاء، اہل اللہ اور سلفِ صالحین کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ کا درجہ و مقام
- فیضِ غیر مقلدین کی طرف سے اٹھائے جانے والے مشہور مسائل (یعنی)
- امام کے پیچھے قرأت فاتحہ ○ آمین ○ رفع یدین
- ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مسئلہ
- مردوں اور عورتوں کے طریقہ نماز میں فرق
- مساجد اور عید گاہوں میں خواتین کی آمد
- مصافحہ کا مستنون طریقہ
- ایک مجلس کی تین طلاقیں وغیرہ کا منصفانہ جائزہ
- جہل اور مناظرہ کی بجائے نصیح و موعظت کا اسلوب اور عارفانہ زبان

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی  
شیخ الحدیث، دارالعلوم سبیل اللہ، حیدرآباد